3637
10/3/86
2/3 1024

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم

مباحثہ

احمدیاں و غیر احمدیاں

در بارہ وفات و حیات مسیحؑ اسرائیلی مع تصدیق و تکذیب مسیح موعود مہدی

بمقام امرتسر

منعقدہ

زیر نگرانی انجمن احمدیہ امرتسر و انجمن حفظ المسلمین امرتسر

۲۹ - ۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء

باہتمام

شیخ عبدالعزیز صاحب دوزبادار سٹیم پریس امرتسر چھپا
اور انجمن احمدیہ امرتسر نے شائع کیا

قیمت ۲ ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

ناظرین کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ یہ وہ تحریری مناظرہ ہے۔ جو ۲۹ و ۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء کو انجمن احمدیہ امرتسر اور انجمن حفظ المسلمین امرتسر کے زیر نگرانی وفات وحیات مسیح اسرائیلی اور صداقت دعاوی حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی مسیح موعود علیہ السلام پر ہوا۔ جس میں انجمن احمدیہ امرتسر کیطرف سے مناظر جناب مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی اور پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر عباد اللہ صاحب تھے۔ اور انجمن حفظ المسلمین کی طرف سے مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر اور پریذیڈنٹ جناب میاں نظام الدین صاحب ٹھیکیدار و آنریری مجسٹریٹ امرتسر تھے۔

منجملہ شرائط قرارداد فریقین ایک شرط یہ تھی۔ کہ ہر ایک مناظر کیلئے اپنے دعاوی پر تحریری پرچہ لکھنے کیواسطے صرف ۴۰۔ منٹ ہونگے۔ اور ۱۰۔ ۱۰ منٹ میں سُنا کر بعد دستخط اپنے اور پریذیڈنٹوں کے فریق مقابل کو جواب کے لئے دیدے۔ چنانچہ اس طرح پہلے دن تین تین پرچے وفات۔ حیات مسیحؑ پر لکھے گئے۔ اور دوسرے دن دعاوی مسیح موعودؑ پر ہر ایک مناظر نے اپنے اپنے اعتقاد کے بموجب اپنے علم و قرآن دانی کا ثبوت دیا۔ جس کی مفصل حقیقت ان کے پرچوں کو بغور مطالعہ کرنے سے آپ صاحبوں پر بخوبی روشن ہوجاوے گی۔

مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء

دلائل حیات مسیحؑ

پرچہ اول مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر منجانب انجمن حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

حضرات! دنیا میں جو پیشوا اور مقتدا ہوتے ہیں۔ ان کے حالات کو محفوظ رکھنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک موافق دوسرے مخالف۔ ان دونوں کی نگاہیں اس مقتدا پیرو کے افعال و اقوال پر متفقہ پڑتی ہیں۔ گو ان کی نیتیں الگ ہوتی ہیں۔ معتقدین تو بغرض اتباع انکو دیکھتے ہیں۔ اور مخالفین بغرض نکتہ چینی تعرض کے لئے درپے ہوتے ہیں۔

خدا کی شان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس خصوصیت میں خاص ممتاز ہیں۔ کسی نبی کے حالات اس طرح مخالفین اور موافقین نے قلمبند نہیں کئے۔ جس طرح حضرت موصوف کے معتقدین نصاریٰ نے انجیلوں میں اور یہودیوں نے اپنی تواریخ میں ان کے حالات قلمبند کر رکھے ہیں۔ ان سب کا متفقہ بیان ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی ہے۔ جس سے بطور بیّن لازم کے یہ نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان دونو کے نزدیک حضرت ممدوح اپنی طبعی موت سے نہیں مرے اب ہمارے سامنے تواتر سے دو باتیں ثابت ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰؑ کا سولی پر مرنا۔ دوسرا موت طبعی سے نہ مرنا۔

قرآن مجید کا دعویٰ ہے۔ کہ میں کتب اور حالات سابقہ پر بطور مہیمن کے آیا ہوں۔ یعنی ان کے غلط خیالات کو اصلاح کے اور صحیح عقائد کے بقاء کے لئے۔ قرآن کا نامذکورہ بالا دونو عقائد میں سے عقائد سولی کو تو قرآن شریف نے کھلے لفظوں میں ادا کر دیا۔ فرمایا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ نہ قتل کا وقوعہ ہوا۔ نہ سولی کا۔

قاعدہ کی بات ہے۔ کہ تواتر غلط نہیں ہوتا۔ مگر تواتر کے منشاء میں غلطی لگ جاتی ہے۔ جیسے کسی شخص کو مُردہ سمجھکر بیشمار لوگ اس کی مردگی کی روایت کر دیں۔ اور وہ تواتر تک پہنچ جاوے۔ لیکن اس کی ابتداء اگر غلط ہو۔ تو جو شخص اس تواتر کا انکار کرے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ اس منشاء غلطی

کو کھول دے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس اصول کے مطابق فرمایا۔ ولکن شبہ لہم۔ قتل اور مصلوب نہیں ہوئے۔ ہاں ان دونوں گروہوں کے حق میں وہ مسیحؑ شبہ ہو گیا۔ پس بحکم قرآن کوئی مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کے متفقہ عقیدوں میں سے پہلے عقیدے (سولی) کو تو مان نہیں سکتا البتہ ان کا دوسرا عقیدہ کہ موت طبعی سے نہیں مرے۔ چونکہ قرآن مجید نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ ایکطرح تائید کی ہے۔ اس لئے ہم اس عقیدہ کو غلط نہیں کہینگے۔ قرآن مجید نے کیسے تائید کی۔ اس کا ذکر میں آگے کرونگا۔ پہلے میں یہ بتلاتا ہوں۔ کہ میرا طرز استدلال کوئی جدید نہیں بلکہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اس طریق سے استدلال کیا ہے۔

جناب موصوف نے اپنے ازالہ اوہام میں جہاں حضرت مسیحؑ کی وفات پر بحث کی ہے۔ بائیسویں آیت یہ لکھی ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی جس بات کو تم نہیں جانتے۔ وہ اہل کتاب سے پوچھ لیا کرو۔

اب ہمارے سامنے یہ مسئلہ ہے۔ کہ کیا حضرت عیسےؑ موت طبعی سے مرے۔

ہم یہ سوال اہل کتاب کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تو وہ بالاتفاق ہم کو جواب دیتے ہیں۔ کہ موت طبعی سے نہیں مرے۔ قرآن مجید اس کی تائید کرتا ہے۔ جہاں فرمایا۔ ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا۔ آیت کا ترجمہ میں اپنا کروں۔ تو میرے مخاطب کو جائے کلام ہوگا۔ اس لئے میں ان کے پیشوا خلیفہ اول جناب مولوی نورالدین صاحب کا کیا ہوا لکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

میں نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائیگا۔ ساتھ اسکی پہلے موت اس کی کے۔ اور دن قیامت کے وہ ہونگے ان پر ان کے گواہ۔ (فصل الخطاب بمقدمہ اہل الکتاب جلد ۲ صفحہ ۸۰) اس ترجمہ کو دیکھکر ادنے اُردو دان بھی سمجھ لیتا ہے۔ کہ جناب مصنف نے قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف پھیری ہے۔

جناب مرزا صاحب خود بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسےؑ کی حیات کے قائل تھے۔ براہین احمدیہ ص ۴۹۸۔ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "جب حضرت مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاوینگے الخ۔۔۔"

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے۔ کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور مجددیت کا دعوے تھا۔ ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت عیسےؑ زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعوے تھا۔ کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن

ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔

اگر مسئلہ حیات مسیحؑ اس قسم کا غلط ہوتا۔ تو اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی۔ تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصر عرض کرتا ہوں۔ کہ حیات مسیحؑ کا مسئلہ اہل اسلام کے مناسب ہے۔ اور وفات مسیحؑ کا مسئلہ نامناسب۔

کچھ شک نہیں۔ قرآن مجید کو شرک سے خاص چڑ ہے۔ جہاں کہیں شرک کی بو آوے۔ قرآن کا فرض اولین ہوتا ہے۔ کہ اس کی صفائی کرے۔ عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ مسیحؑ ہمارے لئے مر کر کفارہ ہوئے قرآن مجید نے جہاں فرمایا۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائیگا۔ مسئلہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو یا مسیحؑ کی موت سے انکار کر کے فرمایا۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ مسیحؑ تو مرا نہیں۔ اس کو خدا نے اٹھا لیا۔ جب وہ مرے ہی نہیں۔ تو کفارہ کہاں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عیسائی کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے۔ تو مسیحؑ کی حیات ہے۔ جس سے کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں۔ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔

پس جو شخص یہ دعوےٰ کرے۔ کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں۔ اس کا فرض ہونا چاہئے تھا۔ کہ وہ وفات مسیحؑ کا انکار کرے۔ وقت کی پابندی سے اس پر اکتفا کرتا ہوں ؎

نہیں معلوم تم کو ماجرائے ان کی کیفیت
سنائینگے تمہیں ہم ایک دن داستاں پھر بس

دستخط (پریذیڈنٹ منجانب غیر احمدیاں) میر حبیب اللہ (آنریری مجسٹریٹ) — دستخط (پریذیڈنٹ منجانب احمدیاں) (ڈاکٹر عباد اللہ) — دستخط ثناء اللہ (مناظر)

مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء

دلائل وفات مسیحؑ

پرچہ ۱ مولوی غلام رسول صاحب فاضل احمدی اوڈراجکی ضلع گجرات منجانب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وفات مسیحؑ کا ثبوت قرآنی آیات سے۔ پہلی آیت

[۱] اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ (سورۃ آل عمران پ۳) اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیحؑ سے چار وعدے فرمائے ہیں۔ پہلا وعدہ توفی کا دوسرا رفع کا تیسرا تطہیر کا چوتھا غلبہ متبعین کا

اب یہ ظاہر ہے۔ کہ توفی کے بعد تین وعدے ظہور میں آچکے۔ تو اس سے یہ بھی ماننا پڑا۔ کہ بلحاظ ترتیب آیت توفی کا وعدہ بھی پورا ہو چکا۔ بلکہ سب سے پہلے پورا ہوا۔ اس آیت کے متعلق تقدیم و تاخیر کا تجویز کرنا اسلئے غلط ہے۔ کہ متوفیک کو بعد میں کہیں بھی رکھو۔ بات نہیں بنتی۔ اگر رفع کے بعد رکھو۔ تو ماننا پڑا۔ کہ ابھی تک تطہیر نہیں ہوئی۔ حالانکہ تطہیر ہو چکی۔ اگر مطہرک کے بعد رکھو۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ غلبہ متبعین ابھی تک نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ بھی ظہور میں آچکا ہے۔ اور اگر جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کے فقرے کے بعد رکھو۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ **قیامت تک حضرت مسیحؑ فوت نہیں ہونگے۔** ہاں جسدن خلق کا حشر نشر ہوگا۔ اور مُردے جی اٹھینگے۔ اس دن حضرت مسیحؑ وفات پائینگے۔ پس اس لئے تقدیم و تاخیر غلط ہے۔ اور اصل بات یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام **فوت** ہو چکے۔

دوسری آیت۔ [۲] و اذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ قال سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ٥ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید ٥ (سورۃ مائدہ آخری رکوع)

---

۱ ترجمہ۔ جب کہا اللہ نے۔ اے عیسیٰ تحقیق میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ اور تجھے اپنی طرف رفع دینے والا ہوں اور ان کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔

۲۔ اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے۔ کیا تونے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بناؤ۔ تو عیسیٰ جواب میں عرض کرینگے۔ کہ تو پاک ہے۔ میں وہ بات کیسے کہ سکتا تھا۔ جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا۔ تو تجھے بھی علم ہوتا۔ تو میرے دل کے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور میں تیرے مخفی بھید کا علم نہیں رکھتا۔ تحقیق تو ہی غیب کی باتوں کو اچھی

اس آیت سے بھی وفات مسیحؑ کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ اس آیت میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ آیا عیسائیوں کا تثلیث کا غلط عقیدہ اور ان کا بگڑنا حضرت مسیحؑ کی تعلیم سے اور آپ کی زندگی میں ہوا ہے۔ یا آپ کی وفات کے بعد۔ سو حضرت مسیحؑ کے جواب دھونے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کا بگڑنا پیچھے ہوا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کی وفات پہلے ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عیسائیوں میں تثلیث کا غلط عقیدہ پایا جاتا ہے۔ پس اس عقیدہ کے پائے جانے سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی وفات بھی پہلے ہو چکی۔ اور اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ حضرت مسیحؑ ابھی تک بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور کسی وقت وہی آئینگے اور زمین پر چالیس۴۰ سال تک رہینگے۔ اور صلیبوں کو توڑینگے۔ اور خنزیروں کو قتل کرینگے۔ اور عیسائیوں کی تثلیث کا غلط عقیدہ اور ان کا بگڑنا بھی مشاہدہ کرینگے۔ تو اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ پھر وہ قیامت کے دن خدا کے حضور اس بات کے بیان کرنے میں جھوٹ بولیں گے۔ کہ عیسائیوں کا بگڑنا میری وفات کے بعد ہوا۔ اور پھر حدیث بخاری میں آنحضرت صلعم کا اس آیت کی تفسیر میں اقول کما قال عبد الصالح فرما کر اس آیت کو اپنے واقعہ سے واضح فرمانا اس بات کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ کہ واقعی حضرت مسیحؑ پہلے فوت ہوئے۔ اور عیسائیوں کی تثلیث کا غلط عقیدہ پیچھے بنایا گیا۔

سلہ (ترجمہ حدیث شریف) آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن کچھ لوگ میری امت کے پکڑے آئینگے۔ میں انہیں دیکھکر بول اٹھونگا۔ کہ اے میرے رب یہ تو میرے پیارے اصحاب ہیں۔ پس جواب دیا جائیگا۔ کہ تو نہیں جانتا۔ کہ تیرے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ تو اس وقت میں وہی کہونگا۔ جو خدا کے صالح بندے (عیسیٰ بن مریم) نے کہا ہوگا۔ یعنی یہ کہ

میں ان پر نگہبان رہا۔ جب تک کہ ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے فوت کر لیا۔ تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا۔

جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان سے وہی کہا۔ جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ اور میں ان پر نگران تھا۔ جب تک کہ ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے فوت کر لیا۔ تو میری وفات کے بعد پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔

تیسری آیت - وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (سورہ آل عمران پ۴) کیا مطلب یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں - آپ سے پہلے بھی ایسے رسول ہو گذرے کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں - تو کیا تم لوگ مرتد ہو جاؤ گے -

اس آیت سے بھی وفات مسیح کا زبردست ثبوت ملتا ہے - اسطرح پر کہ اس آیت میں بتلایا گیا ہے - کہ آنحضرتؐ سے پہلے جسقدر رسول ہوئے - وہ گذر گئے - جو افان مات او قتل کے قرینہ سے خلت بالموت او القتل کے معنوں کے ساتھ ہے - گذر گئے - اور چونکہ حضرت مسیحؑ بھی آنحضرتؐ سے پہلے رسولوں میں . . . . داخل ہیں - اسلئے ثابت ہوا - کہ وہ بھی فوت ہو گئے -

پھر آنحضرتؐ کی وفات کے موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ کا اس آیت کو خطبہ میں پڑھ کر سنانا اور بھی اس بات کی تائید کرتا ہے - کیونکہ اس سے صاف طور پر ظاہر ہے - کہ حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے موقعہ پر اس آیت کو ذکر کرنا صریح اس بات کی دلیل ہے - کہ آنحضرتؐ کا فوت ہونا کوئی جائے اعتراض نہیں - کیونکہ آپؐ سے پہلے بھی جسقدر رسول تھے - وہ بھی تو فوت ہو گئے - گویا پہلا اجماع صحابہؓ کا جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہوا وہ اسی پر ہوا - کہ آنحضرتؐ سے پہلے جسقدر رسول تھے - خواہ عیسےٰؑ خواہ موسےٰؑ سب فوت ہو گئے -

چوتھی آیت - ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلن الطعام (سورہ مائدہ پ۶) کیا مطلب یعنی مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں - آپؐ سے پہلے بھی ایسے رسول ہو گذرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے - وہ دونو ماں بیٹا جب تک بجسدہ العنصری زندہ تھے - کھانا کھایا کرتے تھے -

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے - کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے - کیونکہ اس آیت میں بتایا ہے - کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے - جس سے ماضی کا قرینہ صاف اس بات کا مظہر ہے - کہ آپؐ فوت ہو گئے - اور اگر اب تک بجسدہ العنصری زندہ ہوتے - تو یہ فرمایا جاتا - کہ وہ ابتک کھانا کھایا کرتے ہیں - مگر ایسا نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے - کہ آپؐ فوت ہو گئے -

پانچویں آیت - وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد[1] افان مت فهم الخالدون (سورہ انبیاء پ۱۷)

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے - کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے - کیونکہ اس میں بتایا ہے - کہ آنحضرتؐ سے پہلے کسی بشر کے لئے خلد نہیں بنایا - اور آیت وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین سے ظاہر ہے - کہ جسد عنصری کے ساتھ اس زمینی طعام کی سخت حاجت ہے - کیونکہ استحالات

[1] نہیں بنایا ہم نے واسطے کسی بشر کے پہلے تجھ سے خلد یعنی ایک حالت پر رہنا - پس کیا اگر تو مر جائے - تو وہ خلد یعنی طبعی عمر سے زیادہ مدت تک زندہ رہنے والے ہیں -

غذائیہ کا ہونا اور بھوک کا بار بار پیدا ہونا طعام کی حاجت کا مقتضی ہے - جس سے خلد کے مفہوم کے خلاف حالت یعنی تغیر و تبدل کی حالت پیدا ہوتی رہتی ہے - جس سے ظاہر ہے - کہ حضرت مسیحؑ اگر آنحضرتؐ سے پہلے تھے - اور بشر تھے - اور جسد عنصری رکھتے تھے - تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا - کہ آپ کو طعام کی بھی حاجت تھی - اور اگر آپ جسد عنصری کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں - تو ضرور ہے - کہ ان کے جسم میں تغیر بھی آتا ہو - جو خلد کے مفہوم کے خلاف ہے - پس ثابت ہوا - کہ حضرت مسیحؑ بوجہ تغیر و عدم خلد فوت ہو گئے

دستخط (پریذیڈنٹ منجانب غیر احمدیاں)	دستخط مناظر	دستخط (پریذیڈنٹ منجانب احمدیاں)
سید حبیب اللہ (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسول	(ڈاکٹر) عباد اللہ

۲۹ اپریل ۱۹۱۳ء

تردید دلائل وفات مسیحؑ

پرچہ ۲ - مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر منجانب انجمن حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الیہ یصعد الکلم الطیب

حضرات! مسئلہ وفات مسیحؑ پر جو دلائل دیئے گئے ہیں - ان میں سے بعض حضرت مسیحؑ کا نام دے کر تو ذکر نہیں - البتہ ایک عام قانون کا ذکر ہے - بعض میں نام لے کر ذکر کیا ہے - اسلئے میں پہلے انہی کو ذکر کرتا ہوں - جن میں نام سے ذکر آیا ہے - پہلی آیت انی متوفیک ... الخ

اس آیت میں چار واقعات مسیحیہ کا ذکر ہے - ان سب کے آخر میں الی یوم القیمہ فرمایا ہے - جس کا یہ مطلب ہے - کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جاوینگے - کیونکہ جتنے صیغے اس آیت میں ہیں - وہ سب اسم فاعل کے ہیں - اور اسم فاعل کے صیغے زمانہ استقبال کے لئے کثرت سے آتے ہیں چنانچہ فرمایا - وانا لجاعلون ما علیہا صعیداً جرزاً - ان صیغوں میں یہ نہیں ہوتا - کہ وقت تکلم میں فوراً ان کا وقوعہ ہو جائے - چنانچہ جناب مرزا صاحب کو خود ہی اس آیت کا الہام ہوا تھا - حالانکہ اس الہام کے بعد مرزا صاحب عرصہ تک زندہ رہے - اس جگہ مرزا صاحب کا الہام معہ ترجمہ کے سناتا ہوں - جس سے اس آیت کا عقدہ بھی حل ہو جائے -

بعد اس کے الہام ہوا - یعیسے انی متوفیک - اے عیسے میں تجھے کامل اجر بخشونگا - نیز فرمایا - اے عیسے میں تجھکو پوری نعمت دونگا - اور اپنی طرف اٹھاؤں گا - (براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹ و ۵۵۷

پس آیت کے معنے یہ ہوئے۔ اے عیسےٰؑ میں تجھکو پوری نعمت دونگا۔ وغیرہ قیامت تک۔ یہ سب کام تیرے ساتھ کرونگا۔

چونکہ یہ سب صیغے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ان سے وفات مسیحؑ کا ثبوت نہیں ہوا۔ ہاں اگر کچھ ثبوت ہوا۔ تو یہ کہ قیامت کے پہلے ان کی وفات ہوگی۔ یہ ہمارے مذہب کے خلاف نہیں۔

فلما توفیتنی کی آیت خاص قابل ذکر ہے۔ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔ یعنی قیامت کے روز خدا تعالےٰ حضرت عیسےٰؑ کو فرمائیگا۔ تو اس کے جواب میں عرض کرینگے۔ کہ جب تونے مجھے فوت کرلیا۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسےٰؑ فوت ہوچکے ہونگے۔ آج موت کا ثبوت نہیں۔ ہاں حضرت ممدوحؑ کو غلط گوئی کا الزام قرآن کی آیات پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے حضرت عیسےٰؑ نہ کوئی غلط بات کہینگے۔ نہ جھوٹ بولینگے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت ممدوحؑ کے دل میں امت کی محبت ہوگی۔ جس سے ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اے خدا اگر تو ان کو بخشے۔ تو تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ اپنی امت کے شرک وکفر کا اقرار کرتے۔ تو یہ مخفی سفارش نہ کرتے۔ کیونکہ فرمایا ہے۔ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین نبی اور ایماندار کو جائز نہیں۔ کہ مشرکوں کے لئے سفارش کریں۔ اس لئے حضرت ممدوحؑ امت کے افعال قبیحہ سے خاموشی اختیار کرینگے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو۔ کہ خاموشی کیوں اختیار کرینگے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ ان کی امت کے افعال کے وقوعہ سے سوال نہ ہوگا۔ بلکہ سوال یہ ہوگا۔ کہ تم نے ان کو شرک کی تعلیم دی تہی۔ اس سوال کا جواب وہ کافی دے دینگے۔

رہی زائد بات۔ اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید۔ اس لئے خاموشی کرکے محض سفارش کی طرف توجہ فرمینگے۔ آیت موصوفہ کو اصلی الفاظ میں دیکہا جاوے۔ تو قرآن کی بلاغت اور حضرت مسیحؑ کی فصاحت کا کافی ثبوت ملتا ہے۔

ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اقول کما قال العبد الصالح اس سے بھی اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہی۔ کہ قیامت سے پہلے وفات ہولی ہوگی۔ قال جو ماضی کا صیغہ ہے۔ وہ اقول کی نسبت۔ یعنی آنحضرت سے پہلے حضرت مسیحؑ کا قول چونکہ ہوچکا ہوگا۔ اس لئے حضورؐ نے اپنے لئے مضارع اور حضرت مسیحؑ کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا۔ اس آیت کا ترجمہ بھی میں اپنا نہیں پیش کرتا۔ بلکہ مولوی حکیم نورالدین صاحبؒ کا کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔ "اور جب کہیگا اللہ اے عیسےٰ مریم کے بیٹے۔ کیا تو نے لوگوں کو کہا۔ کہ مجھکو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود ٹھہرالو الخ

فصل الخطاب ص۱۱ - غرض یہ آیت بھی میرے مخاطب کے لئے مثبت مدعا نہیں۔

تیسری آیت - ما محمد الا رسول - اس میں تو حضرت مسیحؑ کا نام نہیں - اور خلت کے لفظ سے استدلال کیا گیا - اس کے دو جواب ہیں - (۱) یہ کہ خلا کے معنی موت کے نہیں - بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے - غور سے پڑھیے - واذا خلوا الی شیطینہم اس سے بھی اگر کچھ ثابت ہوتا ہے - تو یہ کہ جناب مسیحؑ اس دنیا سے انتقال فرما گئے - نہ کہ مر گئے (۲) یہ کہ اس میں حضرت مسیحؑ کا نام نہیں -

چوتھی آیت - کانا یاکلان الطعام سے مدعا ثابت نہیں ہوتا کانا جو ماضی کا صیغہ ہے یہ ان کی ماں کی وجہ تغلیب ہے جیسے کانت من القانتین میں مریم کو مذکریں بحکم تغلیب داخل کیا گیا ہے - اگر سوال ہو - کہ اب وہ کیا کھاتے ہیں ؟ تو جواب میں وہ حدیث سناؤنگا - جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا - ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں - کیونکہ رات کو خدا مجھے کھلاتا ہے -

پانچویں آیت - افان مات میں بھی آنحضرت کی وفات کی طرف اشارہ ہے - حضرت عیسیٰؑ کی طرف نہیں

مختصر یہ کہ جس طرح حضرت مسیحؑ کا نام لیکر ان کے رفع اور زندگی کا ذکر ہے - ان کے نام سے زمانہ گذشتہ میں ان کی موت کا ذکر کسی آیت میں نہیں ÷ وقت کی تنگی ۔

جرس فریاد مے دارد کہ بر بندید محملہا

دستخط پریزیڈنٹ غیر احمدیاں)	دستخط (مناظر)	دستخط پریزیڈنٹ احمدیاں
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	ثناء اللہ	ڈاکٹر عباد اللہ

۲۹ اپریل ۱۹۱۲ء

تردید دلائل حیات مسیحؑ

پرچہ ۲ - مولوی غلام رسول صاحب احمدی فاضل راجیکی ضلع گجرات منجانب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولوی صاحب کا یہ کہنا - کہ وہ ان کا دوسرا عقیدہ کہ وہ طبعی موت سے نہیں مرے - چونکہ قرآن مجید نے اس کی تردید نہیں کی - بلکہ ایک طرح کی تائید کی ہے - اس لئے ہم اس عقیدہ کو غلط نہیں کہینگے

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ کیا یہ درست ہے۔ کہ جو شخص نہ مقتول ہو۔ اور نہ مصلوب اس کے لیئے اور کوئی موت کی راہ نہیں؟ کیا موت کی یہ دونو ہی راہیں ہیں؟

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ اگر نہ مقتول ہوئے۔ اور نہ مصلوب۔ تو ضرور ہے۔ کہ آپ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق جو انی متوفیک کے فقرہ سے ظاہر ہے۔ طبعی موت سے فوت ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے پرچہ میں عرض کیا گیا۔ کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے۔ اور طبعی موت سے ہی فوت بھی ہوئے۔ پس ہم کہاں یہ مانتے ہیں؟ کہ مسیحؑ مصلوب ہوئے یا مقتول۔ ہم بھی تو خدا کے وعدے کے مطابق جبکا فلما توفیتنی کے اقرار سے پورا ہونا ظاہر ہے۔ طبعی موت سے ہی فوت شدہ مانتے ہیں۔ ہاں وہ مصلوب یعنی صلیب پر مرے نہیں۔ لیکن ولکن شبہ لہم سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے اس کو خود تسلیم کیا۔ کہ ان کے لئے وہ مشتبہ ضرور ہو گئے جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ عین مصلوب نہیں ہوئے۔ ہاں صلیب پر چڑھائے جانے سے مشتبہ بالمصلوب ضرور ہوئے۔ اور سیدنا حضرت مرزا صاحب کا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے متعلق فرمانا ہر امر کے متعلق نہیں۔ مثلاً جو امر کہ قرآن سے واضح و لائح ہے۔ اس کے متعلق سیدنا حضرت مرزا صاحب کہاں فاسئلوا کی ہدائت کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ یہ ارشاد تو ایسے امور کے متعلق ہے۔ جن کے متعلق قرآن کریم کچھ نہیں کہتا۔ جیسے کہ ان کنتم لا تعلمون۔ کے فقرہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی قرآن نے فاسئلوا کا ارشاد ان کنتم لا تعلمون کی صورت میں فرمایا ہے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کی وفات کے متعلق تو قرآن میں اسقدر آیات ہیں کہ اہل الذکر سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ پھر ان کنتم لا تعلمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر تمہیں علم نہ ہو۔ اور اگر علم ہو۔ تو پھر کیا ضرورت ہے۔

اور آیت ان من اھل الکتاب . . . قبل موتہ سے یہ معنی لینا کہ حضرت مسیح پر سب اہل کتاب آپ کی موت سے پہلے ایمان لائینگے۔ جس سے آپ زندہ ثابت ہوتے ہیں" یہ غلط ہے۔ کیونکہ آیت جاعل الذین اتبعوک فوق . . . . الخ سے ظاہر ہے۔ کہ مسیحؑ کے متبعین قیامت تک رہینگے اور آپ کے منکر بھی قیامت تک رہینگے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ قبل موتہ کے وہ معنی غلط ہیں جو مولوی صاحب نے کئے۔ پھر قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتھم ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع اہل کتاب ہیں۔ نہ کہ مسیحؑ !!

پھر آیت اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء سے بھی ظاہر ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ کے

درمیان قیامت تک عداوت رہیگی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ سب کے سب اہل کتاب کے ایمان لانے کا معنے بالکل غلط ہے۔

اور سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق یہ کہنا کہ جب ان کو الہام اور مجددیت کا دعوے تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ کہیں نہیں فرمایا۔ کہ میرا یہ عقیدہ کسی وحی اور الہام کی بناء پر ہے۔ بلکہ آپکا یہ عقیدہ ایسا ہی تھا۔ جیساکہ سب موعود نبیوں کا اپنے دعوے سے پہلے موعود نبی کے متعلق ہوتا ہے مثال کے طور پر حضرت مسیحؑ اور آنحضرت صلعم کو لو۔ کیا آپ کو دعوے سے پہلے یہ علم تھا۔ کہ وہ آنیوالا موعود میں ہی ہوں؟ یا الہام الہیٰ اور وحی کے بعد آپنے پہلے عقیدہ کو تبدیل فرمایا؟

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ مولوی نورالدین صاحب کا یہہ ترجمہ ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ مولوی نورالدین صاحب نے اپنے پہلے ترجمہ کے خلاف اس کے بعد پچیس سال تک قرآن پڑھایا۔ اور اس معنی کی ہمیشہ تردید کرتے رہے۔ اس لئے یہ حجت نہیں ہو سکتا۔ پھر مرزا صاحب نے جو ترجمہ الہام الہیٰ سے کیا ہے۔ وہ مقدم ہے۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے۔ اب وہ نازل نہیں ہوں گے۔ اور وہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اور مسیح ناصری فوت ہو چکے۔ اور تعجب ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا سارا دعوےٰ تو وفات مسیحؑ کی بناء پر ہو۔ اور آپ اس کے خلاف بیان کریں!!

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ حیات مسیحؑ سے کفارہ کی جڑ کٹتی ہے۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ حیات سے نہیں۔ بلکہ وفات مسیحؑ سے تمام عیسائیوں کا مذہب باطل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ پس جو تائید الہیٰ کہ وفات مسیحؑ سے ہوتی ہے۔ وہ حیات سے نہیں ہوتی۔ بلکہ حیات مسیحؑ کا مسئلہ تو عیسائیوں کی امداد ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کو آسمان پر ماننا ان لوازم کیساتھ جو اسے انسان سے برتر ثابت کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تائید کرتا ہے۔ نہ ابطال سہ

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند ۔ مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند ۔ دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

دستخط پریذیڈنٹ غیر احمدیان	دستخط مناظر	دستخط پریذیڈنٹ احمدیان
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسول	ڈاکٹر عباداللہ

۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء

آخری پرچہ - جواب الجواب

پرچہ - مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر منجانب انجمن حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

هو الاول والاخر والظاهر والباطن

حضرات! مولوی غلام رسول صاحب نے میرے مضمون پر جو توجہ کی ہے - وہ تو پرچہ پڑھنے والوں سے مخفی نہ رہیگی - اس کا میں ذکر نہیں کرتا - البتہ یہ کہنا چاہتا ہوں - کہ علم منطق اور علم مناظرہ اور آجکل کے قانون سلطنت میں یہ مقررہ اصول ہے - کہ متنازعہ واقعہ ثبوت میں پیش نہیں ہوسکتا -

مولوی صاحب کا پہلا پرچہ ہنوز متنازعہ تھا - اس کو جواب میں پیش کرنا تینوں طریق سے غلط ہے آپ نے کہا ہے - کہ وفات مسیح کی آیات بکثرت ہیں - اس لئے فاسئلوا اهل الذکر کے مطابق ہم کو ضرورت نہیں - کہ اہل کتاب سے پوچھیں - جناب یہ غلطی مجھ سے نہیں - بلکہ مرزا صاحب سے ہوئی - جنہوں نے بقول آپکے وفات مسیح کی آیات کثیرہ کے ہوتے ہوئے بھی اس آیت کو اس مدعا کے لئے پیش کیا ہے -

سب اہل کتاب کے ایمان لانے پر آپنے اعتراض کیا ہے - کہ مسیح کے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھنے کا وعدہ ہے - جناب میں کہ چکا ہوں - کہ یہ معنے صحیح نہیں - بلکہ الی یوم القیمہ مجموعہ چہار فقرات سے متعلق ہے - نہ ہر ایک سے - جس کا مطلب نحوی اصطلاح میں یہ ہے - کہ عطف سے ربط مقدم - فافہم

قیامت سے پہلے ضرور ایک وقت آئیگا - کہ تمام دنیا میں سوائے اسلام کے دوسرا مذہب نہیں ہوگا - چنانچہ مرزا صاحب بھی براہین احمدیہ میں اس کو خود شائع فرماتے ہیں ملاحظہ ہو براہین ص۴۹۹ بین قرءتوں میں موتھم کا لفظ آیا ہے - وہ حجت نہیں - قرأت شاذہ موجودہ الفاظ قرآن کے مقابلہ میں بجوے نیرزد -

مرزا صاحب نے براہین میں صاف لکھا ہے - کہ مجھے معلوم نہیں - کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی - اس کتاب کا ظاہر باطن متولی خدا ہے - جو جو باتیں سمجھاویگا - لکھونگا - جہاں ختم کردیگا - بند ہوجاوے گی - جس سے صاف پایا جاتا ہے - کہ براہین کے مضامین مصدقہ خداوندی ہیں -

حیات مسیح سے الوہیت مسیح کو اس صورت میں تقویت ہوتی - جب ہم حضرت مسیح کو بذاتہ زندہ

مانتے۔ اگر ہم ایسا مانتے۔ تو قبل قیامت ان کی موت کے کیسے قائل ہوتے۔ ہاں حیات مسیحؑ سے کفارہ بالکل جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ مرے ہی نہیں۔ تو کفارہ کیسا۔ نہ بانس ہوگا۔ نہ بانسری بجیگی ✦

موت کے قائل ہونے سے عیسائیوں کے کفارہ کی ایک گونہ تائید ہوتی ہے۔ اب میں ایک قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ کو حل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ جو قرآن مجید نے صاف الفاظ میں فرمایا۔ انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون خدا فرماتا ہے۔ ہم نے قرآن مجید تجھ پر اسلئے اتارا ہے۔ کہ تو اے نبی اسکا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سنا دے۔ اس آیت سے ایک عام اصول ملتا ہے کہ قرآن کے کسی مجمل مسئلے میں اختلاف ہو۔ تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ ہمارے مخاطب بھی اس اصول کو مانتے ہیں۔ اسلئے میں آخری فیصلے کے طور پر ایک حدیث سناتا ہوں۔ جس سے آفتاب نیم روز کی طرح مسئلہ حیات و وفات مسیحؑ کا فیصلہ ہو جائیگا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ باب نزول المسیح) یعنی حضرت عیسیٰ دنیا پر اتریں گے پھر نکاح کرینگے ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ سال زندہ رہینگے پھر فوت ہونگے۔ اور میری قبر میں میرے پاس دفن ہونگے پھر قیامت کے روز میں اور مسیحؑ ایک مقبرے سے اٹھینگے۔ اس طرح کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ہم دونوں ہونگے۔ ایک حدیث میں جو بیہقی کی روایت سے کتاب الجواہر والصلوٰۃ اس وقت میرے پاس ہے۔ یہ الفاظ ہیں۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء واِمامکم منکم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم مسلمان اس وقت کیسے خوش ہوگے جب حضرت مسیحؑ آسمان سے تم پر اترینگے۔ اور ان سے[1] پہلے تمہارا امام جسکو دوسری روایات میں مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ تم میں ہوگا۔ صدق اللہ ورسولہ۔ ربنا اٰمنا وصدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات آنحضرتؐ کی احادیث مرزا صاحب کے کلمات۔ مسیحؑ کی زندگی کی تائید کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے۔ وہ اصلاح بھی اسی میں ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی حیات کو مانا جاوے۔ تاکہ اہلکتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جسکو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جائے

واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے۔ جب میں یہ سنتا ہوں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ مسیحؑ کی موت کا نہیں؟ کیا انجیل میں نہیں لکھا۔ کہ مسیحؑ نے چلا کر جان دی۔ پھر جو بات خود عیسائیوں کی کتاب میں

[1] اس حدیث کے ترجمہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے الفاظ "ان سے پہلے" اپنی طرف سے اضافہ کئے ہیں۔ اور لفظ منکم کا ترجمہ "تم ہی میں سے ہوگا" کی بجائے تم میں کیا ہے۔ (محمد ابراہیم)

صاف لفظوں میں لکھی ہو۔ اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیا۔ یہ ایک جی خوش کرنے والی بات ہے بس دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے ❊

ہاں اگر حضرت عیسےؑ کی موت کا بالکل انکار کر دیا جاوے۔ جیسا کہ قرآن شریف کا منشاء ہے۔ تو نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجیگی۔

وقت کی پابندی ہے کہ یہ کہکر ختم کرتا ہوں۔ بس کبھی فرصت میں سُن لینا بڑی ہے داستان میری

دستخط پریزیڈنٹ منجانب غیر احمدیان
میاں نظام الدین

دستخط منتظر
ثناء اللہ

دستخط پریزیڈنٹ منجانب احمدیان
ڈاکٹر عباد اللہ

۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء

آخری پرچہ۔ جواب الجواب

پرچہ۔ مولوی غلام رسول صاحب احمدی فاضل راجیکی ضلع گجرات منجانب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی صاحب کا یہ ماننا کہ آیت متوفیک میں چار وعدے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے۔ مگر مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم مسیحؑ کی وفات کے متعلق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قبل از قیامت ہو جائیگی۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ کہ متوفیک کو بعد میں رکھنے سے کونسی ترتیب صحیح باقی رہتی ہے۔ کیونکہ متوفیک کو رافعک کے بعد رکھ کر دیکھ لو۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ ابھی تک تطہیر نہیں ہوئی۔ حالانکہ ظاہر ہے۔ کہ تطہیر ہو چکی۔ پھر تطہیر کے بعد رکھکر دیکھو۔ پھر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ غلبۂ متبعین ابھی تک ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ کے متبعین کا غلبہ ظاہر ہے۔ پھر اب متوفیک کو ضرور ہے۔ کہ آپ فوق الذین کفروا الی یوم القیمہ کے بعد رکھیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحؑ الی یوم القیمہ یعنی قیامت کے دن تک تو نہیں وفات پائینگے۔ ہاں جسدن اسرافیل کی قرنا بجائی جائیگی۔ اور سب مُردے زندہ ہونگے۔ اسدن حضرت مسیحؑ وفات پائینگے۔ واہ رے **تقدیم و تاخیر** اور واہ رے تیرا **خارق عادت نتیجہ**۔

پس اصل بات یہی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ **فوت ہو چکے**۔ پھر رافعک کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ توفی کے بعد رفع کا آنا صاف اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ رفع جسمانی رفع نہیں بلکہ روحانی رفع ہے۔ مگر پھر رافعک الی

کیونکہ توفی کے بعد آنیکا قرینہ صاف اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ رفع روحانی ہے۔

یعنی رفع الی اللہ ہے نہ رفع الی السما اور نہ ہی اس کے ساتھ بجسدہ العنصری کا فقرہ ہے۔ کہ اس سے مسیح کا زندہ بجسدہ العنصری تسلیم کر لیا جائے۔ پھر آیت ولو شئنا لرفعناہ یہاں سے باوجود اخلد الی الارض کے قرینہ کے اس سے بالاتفاق روحانی رفع مراد لیا جاتا ہے۔ نہ جسمانی۔ جو اس بات کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ کہ رفع الی اللہ سے رفع روحانی مراد ہے۔ نہ جسمانی۔ پھر حدیث اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ میں باوجودیکہ یہ بتایا گیا۔ کہ تواضع سے اللہ تعالیٰ انسان کو ساتویں آسمان پر اٹھا لیتا ہے۔ پھر اس رفع سے **روحانی رفع** ہی مراد ہے۔ نہ جسمانی رفع۔ ایسا ہی دعا بین السجدتین کے فقرہ وارفعنی اس کی اور بھی تائید کرتا ہے

اور مولوی صاحب کا آیت فلما توفیتنی کے متعلق صرف سفارش کا مسئلہ لینا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ **سوال** یہ ہوا ہے۔ کہ اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی۔ کہ تم لوگ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ اب اس کے **جواب میں** مسیح کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ اور نہ ہی میری زندگی میں ایسا عقیدہ پیدا ہوا۔ بلکہ یہ غلط عقیدہ میری **وفات کے بعد** ہوا ہے۔ جس سے مجھ پر الزام نہیں آسکتا۔ اب دیکھو۔ **خدا تعالیٰ کا سوال کیا ہے**۔ اور مسیح کے **جواب سے** کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا اس سے آپ اپنی بریت کرانا چاہتے ہیں۔ یا سفارش سے

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

پھر جب مولوی صاحب نے آیت ماکان للنبی .. الخ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ نبی کو مشرکوں کی سفارش کرنے کی اجازت نہیں۔ تو پھر تعجب ہے۔ کہ خود ہی اس کے برخلاف حضرت مسیح کو اس الزام کے نیچے لاتے ہیں۔

پھر مولوی صاحب نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ متوفی چونکہ صیغہ اسم فاعل ہے۔ جو تکلم کے وقت تکلم کے بعد وقوع ہوتا ہے۔ جس کا اس سے انکار ہے۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ مسیح اس وعدے کے بعد ہی فوت ہوئے۔

پھر مولوی صاحب نے خلت کے متعلق اذا خلوا کی مثال دیکر یہ کہا ہے۔ کہ خلت کے معنے ہیں گذرنے کے نہ مرنے کے۔ انکے جواب میں یہ عرض ہے۔ اذا خلوا کے بعد الی صلہ ہے۔ اور قد خلت من قبلہ میں من صلہ۔ پھر افان مات او قتل کا قرینہ ساتھ ہے۔ جس سے خلت کے معنے اس جگہ بلحاظ اس قرینہ کے موت ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر لسان العرب میں لکھا ہے۔ خلا فلان اذا مات فلان یعنی فلاں شخص گذر گیا یعنی مر گیا۔

پھر مولوی صاحب نے کانا یا کلان کے متعلق کہا ہے۔ کہ یہاں تغلیب ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کے نزدیک تغلیب کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک بات ایک شخص میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور غلط طور پر اس کی طرف منسوب کی جائے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ کانا میں صرف والدہ مسیح کے کھانا کھانے کا ذکر ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کھانا نہ کھاتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ تغلیب کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ مثلاً دو چیزوں میں جو مذکر اور مؤنث ہوں۔ تو ان دونو کے لئے لفظ مذکر بولا جائے۔ جیسے قمران اور ابوان۔

پس اصل بات یہی ہے۔ کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جب تک کہ جسد عنصری کے ساتھ زندہ رہے۔ لیکن جب وہ اب نہیں کھاتے۔ تو وہ فوت ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے صوم وصال کے متعلق جو مولوی صاحب نے کہا ہے۔ اس طرح کا اگر حضرت مسیحؑ بھی صوم وصال میں ابیت عند ربی کے ارشاد کے مطابق عمل کرتے۔ تو ہو سکتا تھا۔ مگر یہ صوم وصال عجیب ہے کہ انیس سو سال ہوئے کبھی کھانا کھایا ہی نہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ باوجود صوم وصال کے کھانا کھا لیا کرتے تھے۔ اور صرف سحری کے وقت نہ کھاتے تھے۔ لیکن شام کو ضرور کھاتے تھے۔

پس اس سے بھی مولوی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اصل بات یہی ہے کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے۔ وللہ در القائل ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم — داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے — ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

دستخط پریذیڈنٹ منجانب غیر احمدیاں	دستخط مناظر	دستخط پریذیڈنٹ منجانب احمدیاں
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسول	ڈاکٹر عباد اللہ

۲۹-اپریل ۱۹۱۶ء کا مباحثہ ختم ہوا

ضمیمہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کے پرچہ حیات مسیحؑ کے تیسرے پرچہ کے متعلق جواب کی صورت میں چند نوٹ

مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ مولوی صاحب کا پہلا پرچہ ہنوز متنازعہ تھا۔ اس کو جواب میں پیش کرنا تینوں طریق سے غلط ہے" اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر امر متنازع فیہ کو جو خود محتاج فیصلہ ہے۔ کسی امر متنازع کے فیصلہ کے لئے بطور دلیل پیش کیا جائے۔ تو بیشک اس صورت میں ایسے امر کا پیش کرنا تینوں طریق سے غلط ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب نے دلائل کا نام امر متنازع رکھا ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ پھر دنیا میں کوئی بھی دلیل نہیں کہ جس سے امر متنازع فیہ کا فیصلہ ہوسکے"۔ تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب خود تو کوئی آیت بطور دلیل کے حیات مسیحؑ کے ثبوت میں پیش نہیں کرسکے۔ لیکن انہوں نے مخاطب کو بھی اپنے پر ہی قیاس کرنا چاہا۔ کیا میرا پہلا پرچہ جو وفات مسیحؑ کے ثبوت میں پیش کیا گیا متنازعہ ہے۔ یا مسئلہ حیات و وفات مسیحؑ کے امر متنازع فیہ کے فیصلہ کیلئے زبردست دلائل کا مجموعہ۔ نظر ثانی فرماکر پھر ملاحظہ کیجئے۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ "مسیحؑ کے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھنے کا وعدہ ہے یہ معنے صحیح نہیں۔ بلکہ الی یوم القیمہ مجموعہ چہار واقعات سے متعلق ہے۔ نہ ہر ایک سے" اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اس کا ماحصل پھر کیا نکلا۔ کیا اس سے آپ کا مدعا ثابت ہوگیا۔ بات تو وہیں رہی۔ چلو آپ کی اس بات کو مان لیا۔ کہ یہ وعدہ مجموعہ چہار واقعات کے متعلق ہے۔ لیکن پھر اس سے جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ سے جو ثبوت ہم نے اس بات کا دیا۔ کہ مسیحؑ کے متبعین مسیحؑ کے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیحؑ کے متبعین اور منکرین دونوں گروہ قیامت تک رہیں گے۔ نہ یہ کہ کبھی کسی وقت قیامت سے پہلے پہلے سب کے سب مسیحؑ پر ایمان لاکر اس کے متبعین میں ہو جائیں۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔ اور اس آیت کے معنے کے خلاف ہے۔ جیسے یا تو

مولوی صاحب نے سمجھا ہی نہیں۔ یا سمجھا ہے۔ تو عمداً صحیح سمجھنے کے خلاف بیان کر دیا۔ پھر ہم نے اس آیت کیساتھ آیت واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء کو بھی اپنے مدعا کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کیا تھا۔ جس کا ذکر مولوی صاحب نے اپنے پرچہ میں کہیں بھی نہیں کیا۔

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ "وہ قیامت سے پہلے ایک وقت ضرور آئیگا۔ کہ تمام دنیا میں سوائے اسلام کے دوسرا مذہب نہیں ہوگا"

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر آپکا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ فی الواقع دنیا میں اور کوئی مذہب نہیں ہوگا۔ تو یہ تو قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن میں جب یہ لکھا ہے کہ کافروں کا وجود ہی جبکہ قیامت تک باقی رہیگا۔ تو ضرور ہے۔ کہ ان کافروں کا وجود اپنی ملت کفر کے ساتھ ہی پایا جائے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ قیامت تک اسلام کے سوا دوسرے مذاہب بھی رہیں گے۔ پس اس صورت میں آپکا یہ مطلب غلط ثابت ہوگا۔ اور اگر آپکا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ اسلام اپنے غلبہ دلائل اور غلبہ شوکت کے لحاظ سے تمام مذاہب پر غالب آئیگا۔ جس غلبہ کے آگے سب مذاہب باطلہ بروئے دلائل ہلاک ہونگے۔ نہ بروئے ہلاک وجود باطل۔ تو یہ درست ہے۔ جیسا کہ اس کی تائید آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ مسیح موعود کے وقت اظہار علی الدین کلہ ہوگا۔ نہ افناء ادیان باطلہ۔

اور سیدنا حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب نے بھی براہین میں جو اسلام کیمتعلق ایسے الفاظ لکھے ہیں۔ جنکا کہ آپنے حوالہ دیا۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ اسلام کو اظہار علی الدین کلہ کے معنوں میں غلبہ نصیب ہوگا۔ نہ بصورت دیگر۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ "جن قراءتوں میں موتہم کا لفظ آیا ہے۔ وہ حجت نہیں" اس کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ قرآنی آیات کے وہ معنے کہ جنکی قراءت شاذہ سے تائید ہوتی ہو۔ بمقابلہ ان معنوں کے زیادہ تر قوی اور صحیح سمجھے جائینگے۔ جو اس کے خلاف کئے جائینگے۔ اور قراءت شاذہ گو قراءت موجودہ الفاظ کے مقابل کم درجہ رکھتی ہے۔ لیکن کسی آیت کے معنے کی تعیین میں وہ پہلو کہ جس کی تائید قراءت شاذہ سے ہوتی ہے۔ انسانی عقول کے اس تصرف فی المعنی کے مقابلہ میں مقدم ہوگی۔ جو اس کے خلاف ہوگا۔

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ "حیات مسیح سے کفارہ بالکل جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ

مرے ہی نہیں۔ تو کفارہ کیسا۔ اور موت کے قائل ہونے سے عیسائیوں کے کفارہ کی ایک گونہ تائید ضرور ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ مسیحؑ کی جس حیات سے کفارہ باطل ہوتا ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے موقع پر زندہ رہے۔ نہ فوت ہوئے پس ابطال کفارہ کیلئے تو صرف اتنی ہی حیات کافی ہے۔ سو ہم اس طرح کی حیات کے قائل ہیں۔ بلکہ مسیحؑ کے اس واقعہ صلیب جو مسیحؑ کی تینتیس سال کی عمر کا واقعہ ہے۔ ہم تو اس کے بعد بھی حدیث طبرانی کی رو سے کہ جس میں مسیحؑ کی عمر ایک سو بیس سال تک لکھی ہے۔ مسیحؑ کو زندہ مانتے ہیں۔ لیکن مسیحؑ کی وہ حیات جو انیس سو سال تک پہونچکر اسے انسانوں سے برتر قرار دیکر الوہیت مسیحؑ کے مسئلہ کی تائید کرتی ہے۔ اس کے ہم قائل نہیں۔ بلکہ اس کو خلاف قرآن اور حدیث جانتے ہیں۔

اور مولویصاحب کا یہ قول کہ موت کے قائل ہونیسے عیسائیوں کے کفارہ کی ایک گونہ تائید ضرور ہوتی ہے اس کے جواب میں کیا کہا جائے۔ نہ معلوم۔ مولویصاحب نے ایسا فقرہ کس علم اور کس عقل کی بنا پر لکھا ہے کیا ہم نصارے ہیں۔ کہ ہم مسیحؑ کی صلیبی موت کے قائل ہونے سے کفارہ کی تائید کرتے ہیں۔ ہم نے کب کہا۔ کہ مسیحؑ کی صلیبی موت کے ہم قائل ہیں۔ ہم تو مسیحؑ کی اس موت کے قائل ہیں۔ کہ جسے کفارہ سے کچھ تعلق نہیں۔ اور ایسا ہی اس کی اس حیات کے قائل ہیں۔ کہ جسے الوہیت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اور جس سے نہ ہی کسی طرح سے الوہیت مسیحؑ کی تائید ہوتی ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ مولویصاحب نے باوجودیکہ وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے مسلمات کے ساتھ ان کی اس تحریر کا کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ اور نہ ہی اس سے ان کے مدعا کو تقویت پہونچتی ہے۔ پھر خدا جانے کیوں اس طرح کی غیر متعلق باتوں سے اپنی شان علم کے خلاف کرنے سے اہل علم کی نظر میں اپنے تئیں محل اعتراض بناتے ہیں۔ اور اگر فی الواقع مولوی صاحب کا اب یہی علم اور سمجھ رہ گیا ہے۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود کی مخالفت کی صریح شامت کا نتیجہ ہے۔ تو خیر یہ دوسری بات ہے۔ انہیں مبارک ہو۔ س

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نگیے خرم

غلام رسول احمدی فاضل راجیکی (مناظر)

۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء

صداقت دعوےٰ مسیح موعودؑ

پرچہ ۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی فاضل منجانب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم والہٖ مع التسلیم

کل ۲۹ اپریل کو ہم نے پانچ آیتیں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں پیش کی تھیں ۔ جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حیات مسیحؑ کے ثبوت میں ہمارے مقابل ایک آیت بھی پیش نہ کی ۔ ہاں اخیر کے پرچہ میں صرف حدیث یدفن معی فی قبری ... من قبر واحد کی حدیث کو سنا کر یہ کہدیا ۔ کہ دیکھو حضرت مسیحؑ زندہ ہیں ۔ لیکن اس کو معلوم نہیں ۔ کہ جب قرآنی محکمات کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام فوت شدہ ثابت ہو گئے ۔ تو اب وہ حدیث جو قرآن کے خلاف ہوگی وہ اس قابل ہے ۔ کہ اس کے لئے قرآن کریم کو چھوڑ دیا جائے ۔ پھر قرآن میں نزول کا لفظ ہے ۔ اور لباس اور چوانوں کے متعلق بھی آیا ہے ۔ دیکھو انزلنا[۱] الحدید ۔ وانزل لکم[۲] من الانعام اور قد انزلنا علیکم لباسا[۳] آیا ہے ۔ پھر قبر سے مراد ظاہری قبر نہیں ۔ بلکہ برزخی قبر ہے ۔ اور ظاہری قبر مراد لینا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے رویاء صادقہ کے برخلاف ہے کیونکہ آپنے اپنے رویاء میں تین چاند دیکھے تھے نہ چار ۔

پس اب جب یہ امر قرآن سے ثابت ہے ۔ کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے ۔ تو اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنیوالا کوئی اور ہے ۔ جو حضرت مسیحؑ کے نام اور منصب و مرتبہ پر آئے گا ۔ اور وہ خدا کے فضل سے آنے والا آگیا ۔ اور وہ سیدنا حضرت مرزا صاحب ہیں[۴]۔

---

[۱] ہم نے لوہا اتارا ۔

[۲] ہم نے تمہارے لئے چارپائے اتارے ۔

[۳] ہم نے تم پر لباس یعنی پارچات اتارے ۔

[۴] مولوی صاحب نے یہاں تک اپنا مضمون سنایا تھا ۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ تمہید کی سنانے سے روکدیا ۔ اور کہا ۔ کہ صداقت مسیحؑ پر دلائل بیان کرو ۔ اسواسطے اگلی عبارت چھوڑ دی گئی ہے ۔ محمد ابراہیم بقاپوری

صداقت مسیح موعودؑ پر پہلی آیت

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون
کیا مطلب۔ یعنی اس سے بڑھکر کون ظالم ہے۔ جس نے خدا پر افترا کیا۔ یا جس نے خدا کی آیات کی تکذیب کی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ ظالم کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

یہ آیت حضرت مسیح موعود کی صداقت میں ایک زبردست ثبوت ہے۔ اس طرح پر کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو شخص مفتری ہو۔ اور اپنے دعوے میں سچا نہ ہو۔ وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ پھر ایسا ہی جو لوگ سچے مدعی کے مکذبین ہیں۔ وہ بھی ظالم ہیں۔ اور وہ بھی سچے مدعی کی کامیابی کی راہ میں روک ڈالتے ہیں۔ کامیاب نہیں ہوتے۔ اب دیکھو اور غور سے دیکھو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے جب دعویٰ کیا۔ اس وقت صرف اکیلے تھے۔ اس کے بعد باوجود مکذبین کی سخت سے سخت مخالف کوششوں کے لاکھوں انسانوں کا آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کو قبول کرنا اس آیت کی رو سے اس بات کا زبردست ثبوت ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور مکذبین لوگ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ وہی ظالم ہیں۔ جو ایک سچے کی کامیابی کی راہ میں باوجود سخت سے سخت مخالف کوششوں کے کامیاب نہ ہو سکے۔ اس بات کی تائید مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے تفسیر ثنائی کے مقدمہ میں ص۱۶ کے پہلے کالم میں لکھا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

"نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں۔ یہ بھی ہے۔ کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔"

پھر لکھتے ہیں "واقعات گذشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔"

اب دوستو غور کرکے اس تحریر کو ملاحظہ کرو۔ کہ اس قاعدہ کی رو سے جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس سے کس طرح ہمارے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کھلے طور سے ثابت ہوتی ہے۔ اللہ! اللہ!! مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر اور اس سے سیدنا حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا اسیطرح سے کھلا ثبوت! سچ ہے۔

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

دوسری آیت

ما کنا معذبین حتےٰ نبعث رسولا (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵) کیا مطلب! یعنی دنیا میں ہم عذاب نہیں بھیجا کرتے۔ جب تک کہ پہلے کوئی رسول مبعوث نہ کریں۔

اس آیت سے بھی سیدنا حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ اس میں بتلایا ہے۔ کہ دنیا میں عذاب آنے سے پہلے خدا تعالےٰ کی سنّت ہے۔ کہ وہ ضرور کوئی رسول بھیجتا ہے۔ اب دیکھو۔ دنیا میں ہر طرف عذابوں کا ظہور ہے۔ کہیں طاعون ہے۔ کہیں زلزلے۔ کہیں طوفان۔ کہیں قحط۔ کہیں جنگوں سے ایسے مہیب نظارے کہ جن کی نظیر پہلے زمانوں میں ہرگز نہیں ملتی۔ اب جبکہ یہی عذاب پہلے رسولوں کی صداقت کی دلیل ٹھہرے تو کیوں یہی عذاب اس خدا کے عظیم الشان اور برگزیدہ رسول کی صداقت کی دلیل نہیں۔ جو ان عذابوں کے ظہور سے پہلے آیا۔ اور اس نے ان عذابوں کے ظہور کی خبر بھی پہلے سے سنادی۔ چنانچہ آپ کے ذیل کے الہام کو غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ جو یہ ہے۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

اب دیکھو۔ اس الہام میں یہ بتایا ہے۔ کہ ایک نذیر آیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ نذیر آنیوالے عذابوں کی خبر دیتا ہے۔ پھر دنیا کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ وہ عذاب ساری دنیا کے لیے ہونگے پھر یہ کہنا۔ کہ لیکن دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس سے بتایا۔ کہ اس کے انکار کی وجہ سے وہ عذاب آئینگے۔ پھر فرمایا۔ کہ خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اس سے یہ بتایا۔ کہ وہ عذاب خدا کے زور آور حملے ہونگے۔ جن سے دنیا کی قوموں اور سلسلوں کو نقصان پہنچیگا۔ لیکن خدا کے اس نذیر اور رسول کی سچائی ظاہر ہوگی۔ اور وہ اس سے ترقی کریگا۔ اور بڑھے گا۔ اب دیکھو کہ اس آیت اور اس الہام کی رو سے جو قبل از وقت شائع ہوئے۔ مختلف عذابوں سے کس طرح دنیا میں مختلف قوموں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے سیدنا حضرت مرزا صاحب کا سلسلہ اس سے ترقی پر ترقی کر رہا ہے۔ کیا اس آیت کی رو سے روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور واقعی خدا کی طرف سے ہیں۔ دوستو۔ غور کرو۔ پھر غور کرو۔

تیسری آیت

فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللّٰہ (سورہ ہود پ۱۲) کیا مطلب یعنی اگر یہ منکر لوگ اس اعجازی کلام کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ تو اے طالبان حق! تم اس نتیجہ کو سمجھ لو۔ کہ یہ اعجازی کلام بشری طاقتوں کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ علم الہی سے ظاہر ہوا ہے۔

یہ آیت بھی سیدنا حضرت مرزا صاحب کی سچائی کی زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ آپ نے جن تصانیف کو اعجازی رنگ میں پیش کیا۔ ان میں سے کسی کا بھی دنیا میں کسی نے جواب نہیں لکھا۔ ۔ ۔ اور آجتک نہیں لکھا۔ اس وقت ہم بطور مثال کے اعجاز احمدی کو لیتے ہیں۔ جس کے ساتھ دس ہزار کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا۔ اور جسے خصوصیت کے ساتھ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ کیلئے لکھا۔

اب دیکھو۔ کہ باوجودیکہ مولوی صاحب مولوی فاضل بھی ہیں۔ اور شب و روز تحریر اور تصنیف کا کام بھی کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے اعجازی احمدی کا جواب آجتک نہیں لکھا۔ حالانکہ مولوی صاحب کے مقابلہ میں لکھنے اور نہ لکھنے کو اعجازی قصیدہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے صدق اور کذب کا معیار بھی قرار دیا ہے۔ جیساکہ آپ لکھتے ہیں ؎

فان اک کذابا فیاتی بمثلھا

وان اک من ربی فیغشی ویثبر

کیا مطلب یعنی اگر میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں۔ تو مولوی ثناءاللہ صاحب اس کی مثل ضرور بنا لائینگے۔ لیکن اگر میں اپنے رب کی طرف سے ہوں۔ تو مولوی صاحب کی سمجھ پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ اور انہیں مثل لانے سے روک دیا جائیگا۔

دوستو! اب غور کرو اور خدا کے لئے غور کرو! کہ مولوی ثناءاللہ صاحب ہمیشہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ایسی پیشگوئی اور نشان کہ جس پر مرزا صاحب نے اپنے صدق دعویٰ کا انحصار رکھا ہو۔ ہرگز ظہور میں نہیں آیا۔ اب دیکھو۔ کہ یہ کسقدر زبردست نشان ہے جو ظاہر ہوا۔

کیا اس سے کوئی انکار کرسکتا ہے؟ اور کیا یہ نشان آیت موصوفہ بالا کی رو سے اس بات کا زبردست ثبوت نہیں۔ کہ فی الواقع حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور خدا کی طرف سے ہیں ؞

چوتھی آیت

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی (سورۃ مجادلہ پ۲۸) کیا مطلب یعنی اللہ نے یہ قانون لکھدیا ہے۔ کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوا کرتے ہیں۔

یہ آیت بھی سیدنا حضرت مرزا صاحب کی صداقت دعوے کے ثبوت میں ایک زبردست دلیل ہے کیونکہ اس میں بتایا ہے۔ کہ خدا کا رسول اپنے مخالفوں پر غلبہ پاتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی رو سے بھی دیکھ لو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے جب دعویٰ کیا۔ تو اس وقت ایک طرف آپ اکیلے تھے۔ اور دوسری طرف سب دنیا۔

اب دیکھو۔ مخالفین حضرت مرزا صاحب پر غالب آئے اور ان کے دعوے سے انکار کرایا۔ یا حضرت مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کی جماعت سے نکالکر لاکھوں انسانوں کو اپنا ہم عقیدہ بنایا۔ پس اس آیت کی رو سے بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور خدا کی طرف سے ہیں ✦

دستخط پریذیڈنٹ غیر احمدیاں	دستخط ناظر	دستخط پریذیڈنٹ احمدیاں
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسول	ڈاکٹر حسب اللہ

۳۰۔ اپریل ۱۹۱۶ء

تکذیب دعوے مسیح موعود

پرچہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر نائب انجمن حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہٗ۔ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ مسیحیت موعودہ کا مستقل دعوے نہیں۔ بلکہ نبوت محمدیہ اور اخبار احمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والتحیہ کی فرع ہے یعنی چونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد مسیح موعود آئیگا۔ اس لئے مرزا صاحب دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ میں ہوں۔ پس اسکی مثال نماز۔ روزہ وغیرہ احکام کی ہے۔ کوئی شخص کسی خاص حکم کی تعمیل کا دعویٰ کرے۔ جو قرآن مجید میں ہو۔ تو لازمی بات ہے۔ کہ اس حکم کے الفاظ قرآن مجید میں دیکھے جائیں۔ کہ وہ کیا ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے ابطال دعویٰ کے لئے ان احادیث کا دیکھنا ضروری ہے۔ جن میں مسیح موعودؑ کے آنے کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک حدیث نقل کرتا ہوں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ باب نزول المسیح) یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ حضرت عیسٰے زمین کی طرف آوینگے۔ پھر نکاح کرینگے۔ ان کے اولاد ہوگی اور ۴۵ سال دنیا میں رہینگے۔ پھر مرینگے۔ پھر میرے مقبرہ میں میرے پاس دفن ہونگے۔ پھر میں اور عیسٰے ایک ہی مقبرہ سے اٹھینگے ہم دونوں ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان ہوں گے۔

کل میں نے یہ حدیث حضرت عیسٰےؑ کی زندگی کے لئے پیش کی تھی۔ آج اس مطلب کیلئے پیش کرتا ہوں۔ کہ مسیح موعود کی کیفیت حدیثوں میں کیا ہے۔ خاصکر اس حدیث کو میں نے اس لئے پیش کیا ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب نے خود اس حدیث کو اسی غرض کیلئے پیش کیا ہوا ہے ملاحظہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صہ ۵۳

چونکہ یہ حدیث مسلمہ فریقین ہے۔ اس لئے یہ قوی سند ہے اس بات کی کہ اس بحث میں لائی جاوے۔ اس حدیث میں مسیح موعود کے آنیکی صرف خبر ہی نہیں دی۔ بلکہ ان کی زندگی کا سارا پروگرام بتلادیا ہے۔ دنیا میں ان کی عمر اور بعد انتقال ان کے دفن کی جگہ بھی بتلادی۔ صدق اللّٰہ ورسولہ

اب سوال یہ ہے۔ کیا جناب مرزا صاحب بعد دعوئے مسیحت ۴۵ سال دنیا میں رہے؟ ہرگز نہیں آپ لکھتے ہیں۔ ابتدائے چودہویں صدی ہجری میں میری عمر چالیس سال تھی (تریاق القلوب صہ ۶۸) اس وقت میں مامور و ملہم ہوا۔ آج ۹ سال مرزا صاحب کو فوت ہوتے ہوگئے۔ حالانکہ ابھی ۱۳۳۵ھ ہے جس میں سے ۹ سال نکال دیں۔ تو پچیس سال رہ جاتے ہیں۔ یعنی زمانہ دعویٰ الہام میں مرزا صاحب نے کل ۲۵ سال گزار کر ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حالانکہ الہام ۸۰ سال سے زیادہ کی زندگی کا تھا۔ (تریاق القلوب صہ ۱۳)

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ کیا مرزا صاحب مدینہ منورہ میں فوت ہوئے؟ اور مرقد مبارک میں دفن ہوئے۔ آہ! اس کا جواب میں کیا دوں۔ سب نے دیکھا۔ کہ جناب ممدوح کا انتقال لاہور میں ہوا۔ اور قادیان میں دفن ہوئے۔

غرض اس حدیث نے صاف اور بیّن فیصلہ کردیا۔ کہ جناب مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تھے ہمارے صوبہ پنجاب کے دنیاوی مقدمات کیلئے اعلےٰ عدالت چیفکورٹ لاہور ہے۔ اسی طرح

مسلمانوں کے مذہبی مقدمات کیلئے ہائیکورٹ بلکہ سب سے آخری پریوی کونسل حدیث شریف ہے کسی مسلمان کا حق نہیں ہے کہ خدا و رسولؐ کے حکم سے سرتابی کر سکے ۔ یا اس کی اپیل کا خیال دل میں لاوے ۔ لاوے ۔ تو اپنے ایمان کی خیر مناوے ۔ پس اس حدیث کے ہوتے کسی دوسری دلیل کی اس دعویٰ کے لئے حاجت نہیں ۔ تاہم میں مزید اطمینان احباب احمدیہ کے لئے خود جناب مرزا صاحب کے اقرارات سے مرزا صاحب کے دعوے کی تکذیب سناتا ہوں ۔

مرزا صاحب نے شہادت القرآن صفحہ پر مسلمانوں کے قابل غور پیشگوئی یہ لکھی ہے ۔ کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آئیگی ۔ یہ میری صداقت کی دلیل ہوگی ۔ اس مضمون کو آپ نے بہت جگہ لکھا ہے ۔ یہاں تک کہ جب اس لڑکی کی شادی ہوگئی ۔ تو مرزا صاحب کے سامنے سوال پیدا ہوا ۔ تو جناب موصوف نے فرمایا ۔ کہ گو اس کی پہلی شادی ہوگئی ہے ۔ تاہم آخرکار وہ میرے نکاح میں آئے گی ۔ اور ضرور آئے گی ۔ ملاحظہ ہو اخبار الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ پر لکھتے ہیں ۔ اگر یہ نکاح نہ ہوا ۔ تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا ۔ اسی رسالہ کے صفحہ پر لکھتے ہیں ۔ کہ حدیث میں اس نکاح کو مسیح موعودؑ کی صداقت کی علامت خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہوا ہے ۔ پھر وہی حدیث لاتے ہیں ۔ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں ۔

اب سوال یہ ہے ۔ کیا یہ نکاح ہوا ؟ آہ ! اس کا جواب نفی میں ملتا ہے ۔ جس پر یہ شعر بیساختہ زبان سے نکل جاتا ہے ۔ ؎

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال ۔ اب آرزو یہ ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو

اس کے علاوہ ایک بات اور عرض کرتا ہوں ۔ جس کا نام جناب مرزا صاحب نے آخری فیصلہ رکھا تھا ۔ جس کو اس مباحثہ سے خاص تعلق ہے ۔ کیونکہ اس اشتہار کو انجمن احمدیہ امرتسر نے جو اس وقت مناظرہ میں فریق ثانی ہے ۔ دوبارہ چھپوا کر شائع کیا تھا ۔ چنانچہ میں اس انجمن کے شائع کردہ اشتہار سے چند جملے نقل کرتا ہوں ۔ واضح رہے ۔ اس اشتہار کا نام ہے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اس کے آخری فقرے یہ ہیں ۔

"اے میرے آقا میرے بھیجنے والے میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں ۔ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما ۔ اور جو تیری نگاہ میں حقیقتاً مفسد اور کذاب ہے ۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے ۔"

یہ دعا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ہوئی ۔ اور جناب مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دار فانی سے تشریف لیگئے ۔

حضرات! یہ کوئی معمولی شخص کی دعا نہیں۔ بلکہ اس شخص کی ہے۔ جس کا الہام ہے۔ اجیب کل دعائك یعنی جس سے خدا کا وعدہ ہے۔ کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۳۵) جس کا دعوے ہے۔ کہ میں خدا کے حضور دعا کرتا ہوں اور مستجاب پاتا ہوں۔ میرے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ میری دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ملاحظہ ہو ریویو جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ دعا قبول ہوئی؟ میں تو اپنے ایمان سے کہتا ہوں۔ کہ ضرور قبول ہوئی۔ اگر میرے مخاطب اس کے متعلق کچھ کہینگے۔ تو عرض کرونگا۔ وقت کی پابندی میں اسی پر کفایت

؎ گفتگو آئین درویشی نہ بود ـ ورنہ باتو ماجراہا داشتیم

دستخط پریزیڈنٹ	دستخط مناظر	دستخط پریزیڈنٹ
میاں نظام الدین	ثناء اللہ	ڈاکٹر عباد اللہ

۳۰ر اپریل سنہ۱۹۱۲ء

صداقت دعوے مسیح موعودؑ

پرچہ ۳ ۔ مولوی غلام رسول صاحب احمدی فاضل راجیکی منجانب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صاحبان! آپنے دیکھ لیا۔ کہ مولوی صاحب اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے کسی آیت کو پیش نہیں کر سکے۔ اور صرف حدیث کی طرف رجوع کیا۔ اب اس کے متعلق کیا عرض کیا جائے۔ کیا حدیثیں قرآن پر مقدم ہیں۔ جب قرآنی محکمات کی رو سے حضرت مسیحؑ فوت شدہ ثابت ہیں جیسا کہ کل ۲۹ر اپریل کے پرچوں میں **قرآنی آیات** سے اس کا ثبوت کافی طور پر دیا گیا ہے۔ اور مولوی صاحب! اس حدیث نزول کو ہم مانتے ہیں۔ لیکن نزول کے اس جگہ یہ کہاں معنے ہیں۔ کہ واقعی یہ نزول جسمانی نزول ہے۔ دیکھو۔ قرآن میں لوہے اور لباس اور چارپائیوں کے متعلق لفظ نزول استعمال کیا گیا۔ جیسا کہ انزلنا الحدید اور انزل لکم من الانعام اور انزلنا علیکم لباسا سے ظاہر ہے۔ اور عربی زبان میں مسافر کو نزیل کہتے ہیں۔ کیا اس سے کوئی یہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ چیزیں اور مسافر آسمان سے اترا کرتے ہیں۔ پھر قرآن میں انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلو

علیکم آیات اللہ بھی آیا ہے۔ دیکھو سورہ الطلاق ۔ اب دیکھو۔ اس آیت میں آنحضرت صلعم کے متعلق فرمایا گیا۔ کہ اس رسول کو اللہ تعالےٰ نے اتارا ہے ۔ اب کیا اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ آپ صلعم آسمان سے اترے ۔ اور جسمانی نزول کے ساتھ اترے ۔ ہاں اس نزول سے مراد روحانی نزول ہے ۔ جسکا یہ مطلب ہے ۔ کہ وہ خدا کی طرف سے روحانی قرب کے لحاظ سے رفعت حاصل کر کے پھر اصلاح خلق اللہ کیلئے روحانی نزول فرماوینگے ۔ یعنی مبعوث کئے جاوینگے۔ پس آنیوالے مسیح ؑ کے نزول سے مراد حضرت مسیح ؑ کا جسمانی نزول نہیں ۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے ۔ کہ ایک شخص حضرت مسیح ؑ کے رنگ میں اور اسکی مشابہت میں آئیگا ۔ جیسے کہ سورۂ نور میں بتایا گیا ۔ دیکھو آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلفاء موسوی سلسلہ کے خلفاء کی مانند ہونگے اور ظاہر ہے ۔ کہ حضرت مسیح حضرت موسےٰ ؑ کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں ۔ جیسا کہ آیت ولقد اٰتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسی ابن مریم البینات سے ظاہر ہے ۔ پس اس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام آیت استخلف کے حرف کما سے مشبہ بہ ہیں ۔ جنکی مماثلت میں سلسلہ محمدیہ میں ایک شخص کو آنحضرت صلعم کی نیابت میں بھیجا جاویگا ۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے سے ظاہر ہے ۔

پھر تعجب ہے ۔ کہ مولوی صاحب نے یدفن معی فی قبری کو آج پھر پیش کر دیا ہے ۔ کیا مولوی صاحب کے پاس قرآنی آیات سے کوئی آیت اپنے مدعا ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے ہم کہتے ہیں ۔ کہ اس قبر سے مراد ظاہری قبر نہیں ۔ بلکہ برزخی قبر ہے ۔ اور ظاہری قبر کو مراد میں لینا حضرت عائشہ رض کے رویائے صادقہ کے برخلاف ہے ۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے اپنے حجرے کے متعلق تین چاند دیکھے تھے ۔ اگر مسیح ؑ نے واقعی آپ صلعم کی قبر میں دفن ہونا تھا ۔ تو چار چاند ہوتے نہ تین ۔

پھر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود ؑ کی عمر کے متعلق کہا ہے ۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے ۔ کہ حضرت سیدنا مسیح موعود ہمیشہ تخمیناً عمر کا اظہار کیا کرتے تھے ۔ جیسا کہ آپ کی مختلف تحریروں سے ظاہر ہے ۔ اب دعویٰ الہام کی مدت کو دیکھا جاوے ۔ تو وہ تقریباً ۲۵ - ۳۰ سال کی عمر کا ہے ۔ جس کے بعد ۴۰ - ۴۵ سال تک زندہ رہے ۔ اب کیا اس سے

عُمر والی حدیث پوری نہیں ہوئی ؟ اور کیا ایسا ہی آپ کے نکاح اور اولاد سے حدیث یتزوج ویولد کا پورا ہونا ظاہر نہیں ہوتا ؟

اور مولویصاحب کا یہ کہنا "کہ میرے ساتھ آخری فیصلہ میں آپ اول فوت ہو گئے" اس کے جواب میں یہ عرض ہے - کہ مولویصاحب نے اس فیصلہ کے اشتہار کے جواب میں جو کچھ اپنی اخبار اہلحدیث کے ۲۶ - اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں لکھا ہے - اس کو کیوں ذکر نہیں کیا جاتا - دیکھو اس کو ہم پڑھ کر سناتے ہیں مولویصاحب لکھتے ہیں -

"تمہاری دُعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی"

اور پھر لکھتے ہیں "اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں - اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے"

اب دوستو غور سے سُنو اور دیکھو - کہ یہ مباہلہ کی دُعا جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے شائع ہوئی - جب مولویصاحب نے اسے منظور ہی نہیں کیا - تو اس فیصلہ کا مطلب کیا - پھر کیا آپ کی طرف سے اخبار میں یہ نہیں لکھا گیا - کہ

"خدا تعالیٰ جھوٹے - دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمر دیا کرتا ہے"

اب غور سے دیکھو - کہ مولویصاحب کی یہ عبارت کیا فیصلہ کرتی ہے - ہاں مولوی صاحب اگر حضرت مرزا صاحب کے فیصلہ والی تحریر کو منظور کر لیتے - تو بیشک پھر جو کچھ چاہتے کہتے - ہاں بیشک حضرت مرزا صاحب نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۳ پر یہ لکھا ہے - کہ واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب میرے تین نشان ظاہر ہوں گے -

(۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیگے - اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی -

(۲) اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے - کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے - تو وہ ضرور پہلے مرینگے

اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہکر جلدی انکی روسیاہی ثابت ہوگی -

اب دوستو غور کرو - کیا مولویصاحب نے حضرت مرزا صاحب کا یہ چیلنج منظور کیا ؟ اگر منظور کرتے - تو بیشک احمد بیگ کی طرح اور ڈوئی امریکن اور مولوی اسمٰعیل علیگڈھی

اور چراغدین جمونی کیطرح ضرور پہلے مرتے۔

اور مولویصاحب کا احمد بیگ کی لڑکی کیمتعلق اعتراض کرنا غلط ہے۔ کیونکہ جب الہام یا ایتہا المرءۃ توبی توبی سے ظاہر ہے۔ کہ وہ نکاح کی پیشگوئی مشروط بوقوع وعید تھی۔ اور وعید سے پہلا حصہ احمد بیگ کی موت نے پورا کر دیا۔ اور دوسرے حصہ سے انہوں نے توبہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور حضرت مسیح موعود کی خدمت میں **دعا کیلئے خط** لکھا۔ تو وعید ٹل گیا۔ اور وعید ٹلنے سے نکاح کی پیشگوئی جو مشروط بوقوع وعید تھی۔ بحکم اذا فات الشرط فات المشروط شرط کیمطابق ظہور میں آئی۔

ہاں یاد آیا۔ کہ مولویصاحب کا اجیب دعوۃ الداع کو پیش کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس الہام کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا کرونگا۔ اب بیشک اگر مولویصاحب حضرت مرزا صاحب کی فیصلہ والی تحریر کو **منظور** فرماتے۔ تو ضرور یہ **دعا آپ کی قبول ہوتی**۔ لیکن چونکہ یہ **دعا مباہلہ کی دعا** تھی۔ جیسے کہ مولویصاحب کے **نامنظور** کرنیسے ظاہر ہے۔ اسلئے مولویصاحب کی نامنظوری سے وہ **فیصلہ** بھی ظہور میں نہ آیا۔

اور مولویصاحب کا یہ کہنا۔ کہ یہ صرف دعا تھی۔ اگر دعا تھی اور مولویصاحب کی منظوری اور نامنظوری کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ تو اس کا کیا مطلب؟ کہ مولویصاحب نے یہ لکھدیا۔ کہ **یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں**۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مولویصاحب کو **مباہلہ** کے لئے بلایا گیا۔ اور آپ نے اس سے انکار کیا۔

پھر تعجب ہے کہ آپ فیصلہ کے اشتہار کو بار بار پیش کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کس انصاف کی بناء پر اسے پیش کیا جاتا ہے۔ پس اصل یہی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات مولویصاحب کے مقابلہ میں ظہور میں نہیں آئی۔ فقط

دستخط پریذیڈنٹ غیر احمدیان	دستخط مناظر	دستخط پریذیڈنٹ احمدیان
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسول	ڈاکٹر عباد اللہ

۳۰ / اپریل سنہ ۱۹۱۲ء

تکذیب دعویٰ مسیح موعودؑ

پرچہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر منجانب انجمن حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرات! مرزا صاحب کی صداقت کا پرچہ آپ لوگوں نے سُنا۔ اُن میں سے کسی آیت میں مرزا صاحب کا نام یا ذکر نہیں۔ بلکہ صرف خیالات کا مجموعہ ہے۔ سب کا خلاصہ ہے۔ کہ چونکہ دنیا میں آفات ہیں۔ اسلئے بطور دلیل انی کے ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی رسول پیدا ہوا ہے۔ وہ رسول مرزا صاحب ہیں عربی میں ایک مثل ہے۔ الغریق یتشبث بالحشیش۔ جسکا ہندی ترجمہ ہے۔ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" پہلی آیت میں ظالموں کی ناکامی کا ذکر ہے۔ بقول مخاطب چونکہ مرزا صاحب کے مرید بہت لوگ ہوگئے ہیں۔ لہذا کامیاب ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب سے سوامی دیانند کے چیلے اسوقت بہت زیادہ ہیں۔ یہ کامیابی نہیں۔ بلکہ کامیابی یہ ہے۔ کہ اپنے مخالفوں پر غالب آئے۔ چنانچہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کے یہی معنے ہیں۔

مگر مرزا صاحب اپنے مخالفوں پر کیسے غالب آتے۔ ایک میں ہی موجود ہوں۔ جسکی بابت مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "مولوی ثناء اللہ صاحب دوسرے علماء سے توہین میں بڑھے ہوئے ہیں" (ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ٣)۔ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ تریاق صفحہ ٥٢ حالانکہ میں اور سب سے پہلے اُنکا مباہل صوفی عبدالحق غزنوی اور سب سے آخری مخالف ڈاکٹر عبدالحکیم خان سب زندہ ہیں۔ اور مرزا صاحب ہم سب کو داغ جدائی دے گئے۔ آہ! آج ہماری آنکھیں انکے دیکھنے کو ترستی ہیں ہاں واضح رہے۔ کہ کامیابی اس کو کہتے ہیں۔ کہ جس کام کا بیڑا اٹھایا ہو۔ اس کو پورا ہوا دیکھ لے۔ ایک جرنیل جو فوج لیکر دشمن پر حملہ کرنیکو جاتا ہے۔ جو جو خیالات اسکے دل و دماغ میں ہوں۔ اگر ان کو پورا کردے۔ تو کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ ناکام۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ مرزا صاحب کیا کیا خیالات دل و دماغ میں لیکر آئے تھے۔ اور اپنا پروگرام انہوں نے دنیا میں کیا شائع کیا تھا۔ میں اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ ان کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔ "وہ مسیح موعود (جسکے نام سے میں آیا ہوں) اس کے زمانہ میں تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جاوینگی۔ اور ایک ہی مذہب اسلام ہو جاویگا" (مضمون چشمہ معرفت صفحہ ٨٣)

اب سوال یہ ہے۔ کیا مرزا صاحب کے دم قدم کی برکت سے دنیا کی سب قومیں ایک ہی مسلم قوم بنگئیں؟ کیا خاص امرت سر میں کوئی غیر مسلم نہیں۔ کیا امرت سر کا دربار صاحب جامع مسجد کی شکل میں تبدیل ہو گیا گرجا تو کوئی نہ ہوگا۔ آریہ سماج کا تو نام ہی نہیں۔ آج جو ان کا سالانہ جلسہ ہے۔ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ بیداری میں نہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہے۔ اور دنیا میں ابھی سوائے مسلم قوم کے غیر مسلم قومیں بھی موجود ہیں۔ تو کون دانا ہے۔ جو مرزا صاحب کو کامیاب سمجھے۔ اس کامیابی پر تو مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ کہ

ایک بادشاہ کا ملک دشمن نے لے لیا۔ رنجیدہ خاطر بیٹھا تھا۔ مصاحبوں میں سے کسی مسخرے نے کہا
حضور دشمن نے ہم پہ بڑے طرح ظلم کیا۔ اس لئے اس نے اگر ہمارا ملک لیا۔ تو ہم نے بھی ان کا ایمان
لے لیا۔ ملک تو فنا ہونے والی چیز ہے۔ اور ایمان باقی ہے۔ لہٰذا بڑے کامیاب ہم ہیں۔

حضرات! اس کامیابی پر خوش ہونا نابالغ بچوں کا بہلاوا ہے۔ آئیے میں اپنے اصول مقررہ
کے مطابق بتلاؤں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا نقشہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا بتلایا
ہے۔ ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ
احد (مشکوٰۃ باب نزول المسیح) یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں لوگوں کے بغض وحسد سب دور ہو جاوینگے
اور وہ مال کی طرف بلائے جاوینگے۔ تو کوئی قبول نہ کرے گا۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں عموماً اور مرزا صاحب کے مریدوں میں خصوصاً یہ حالت ہے۔
میں اس کا جواب اپنے الفاظ میں نہیں دیتا۔ بلکہ خود مرزا صاحب کے الفاظ سناتا ہوں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں
"ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے ابتک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاکدلی اور پرہیزگاری اور قلبی
محبت باہم پیدا نہیں کی۔ میں انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں۔ کہ وہ ادنےٰ ادنےٰ خود غرضی
کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہونچتی ہے
اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھو (اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صلے)

غرض مرزا صاحب نہ تو اشاعت اسلام میں کامیاب ہوئے۔ اور نہ تہذیب و تقدس میں۔ بلکہ اپنے
اپنے سارے پروگرام میں فیل نظر آتے ہیں۔

تفسیر ثنائی کے حوالہ سے جھوٹے نبی کی بابت جو کہا گیا ہے۔ وہ درست ہے۔ مرزا صاحب جو چند یوم
تک بچے رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ کھل کر نبوت کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ نبوت محمدیہ کے دامن سے
لپٹتے رہے۔ اور یہ کہتے رہے ؎ من نیستم رسول نیاورده ام کتاب
جو ہوں وہ اتباع محمدی میں ہوں۔ اس لئے خدا نے چند یوم مہلت دی۔ چونکہ نبوت محمدیہ کی آڑ میں رہے
تھے۔ اس لئے خدا نے ان کی موت بھی ایک ادنےٰ غلام محمدؐ کے مقابلہ میں رکھی۔ جس کی غلامی کا ثبوت
خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یعنی ثناء اللہ بود ورد زبانم

عربی اعجازی قصیدہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس قصیدہ کا سارا بخیہ میں اپنے رسالہ الہامات مرزا
میں ادھیڑ چکا ہوں۔ اس قصیدہ کی بلاغت کا نمونہ بتانے کو دو شعر سناتا ہوں۔

اخیت ذئباً عاثنا و ابا الوفا   ادافیت مدا اد ریت امرت سر

اس میں امرت سر مفعول کو مرفوع لکھا ہے۔

فقلت لک الویلات یا ارض جولرا　　　　لعنت بملعون فانت تدمر

یہاں گولڑے کی ارض کو باوجود مؤنث لکھنے کے تدمر صیغہ مذکر کا لایا ہے۔کیا کمال ہے۔

ایسا ہی ماکنا معذبین والی آیت کو بھی مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔چونکہ دنیا میں نبوت محمدیہ عام شائع ہے۔اس لئے اس کی مخالفت کا اثر ہے۔کہ دنیا میں عذاب آتا ہے۔مرزا صاحب خود فرماتے ہیں ؎　غلام احمدم ہر جا کہ باشم

پھر آقا کی نبوت کا اثر نہ ماننا اور غلام کے اثر کا قائل۔ ؎　ایں چہ بوالعجبی است

طاعون کی بابت مفصل دوسرے پرچہ میں عرض کرونگا۔

غرض یہ ہے۔کہ مرزا صاحب کو اپنے پروگرام میں دیکھا جاوے۔تو بالکل فیل ہیں۔مگر باوجود اس کے مدعی مسیحیت ہوں۔تو بیساختہ یہ شعر منہ سے نکلتا ہے۔ ؎

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا　-　تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

دستخط پریزیڈنٹ غیر احمدیان	دستخط مناظر	دستخط پریزیڈنٹ احمدیان
میاں نظام الدین ڈپٹی مجسٹریٹ	ثناء اللہ	ڈاکٹر عباد اللہ

۳۰ اپریل ۱۹۱۲ء

دلائل صداقت دعویٰ مسیح موعودؑ

پرچہ ۳۔مولوی غلام رسول صاحب احمدی فاضل راجیکی نائب انجمن احمدیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم مع التسلیم

صاحبان! مولوی صاحب نے کہا ہے۔کہ جن قرآنی آیات کو مرزا صاحب کی تصدیق میں پیش کیا ہے یہ غلط ہے۔اس لئے کہ ان آیتوں میں حضرت مرزا صاحب کا نام نہیں۔یہ عجیب بات ہے۔میں نے اس کے متعلق کہاں دعوے کیا۔کہ میں ان آیتوں سے حضرت مرزا صاحب کا نام پیش کرتا ہوں۔میں نے تو ان آیتوں کو مسلمہ اصول اور قواعد کے طور پر پیش کیا ہے۔کہ ان آیات سے سچے مدعیوں اور سچے رسولوں کے دعوے پرکھنے کیلئے معیار ہے۔جیسا کہ میں نے کھول کر بتلا دیا۔کہ پہلی آیت کی رو سے مفتری کامیاب نہیں ہوتا۔لیکن حضرت مرزا صاحب کا دعوے کی حالت میں صرف کیلئے ہونا

پھر اس کے بعد باوجود مکذبین کی مخالف کوششوں کے اُن کا کامیاب ہونا اور ایک سے لاکھوں انسانوں کی جماعت بنا لینا کیا یہ کامیابی نہیں ؟ اور کیا اس آیت کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کی اس سے صداقت ظاہر نہیں ہوتی ؟

دوستو! غور کرو۔ پھر اسی طرح میں نے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کی آیت کو پیش کر کے یہ بیان کیا تھا۔ کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد ضرور ہی ان کے نذیر ہونے کی وجہ سے عذاب آیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے بعد اور آپ کی بعثت کے بعد مختلف قسم کے عذاب آجتک ظہور میں آئے۔ اور آرہے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور واقعی خدا کی طرف سے ہیں۔

اسی طرح اعجازی کلام کے متعلق لکھا تھا۔ اور اعجاز احمدی کی مثال پیش کی تھی۔ جس کے جواب سے آجتک دوسرے غیر احمدی علماء عموماً اور مولوی ثناء اللہ صاحب خصوصاً اس کے جواب لکھنے سے عاجز رہے ہیں۔ اور مولوی صاحب کا یہ کہنا جیسا کہ انہوں نے کہا۔ کہ "امر تسر[۱] کی را کو باوجودیکہ اسے زبر چاہئے۔ پیش لایا گیا"

اسکے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ شاید مولوی صاحب اقواء و اصراف جائز کا مسئلہ بھول گئے۔ جو اصحاب عروض نے شاعروں کیلئے بطور تخفیف جائز رکھا۔ ایسا ہی مولوی صاحب نے ارض جلد کے متعلق اعتراض کیا۔ جو اسی قسم کا ہے۔ سو اس کا جواب بھی پہلے آچکا۔ کہ اقواء جائز ہے۔

پھر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے مقابلہ میں سوامی دیانند کو پیش کیا ہے۔ آپ کا یہ پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کہاں وہ شخص جو الہام کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور کہاں سوامی دیانند جو ویدوں کے بعد الہام کا قائل ہی نہیں۔ غور کرو۔

قرآن میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص خدا پر افترا کرے۔ وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ نہ یہ کہ عام کامیابی جیسے کہ گدی نشینوں کو بھی سینکڑوں مریدوں نے مان لیا۔ پر کیا وہ اس پر قیاس کئے جا سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے متعلق شکایت کی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ابتداء دعویٰ یعنی ۱۸۹۳ء کی بات ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے لکھا ہے

---

[۱] یعنی قصیدۂ اعجازیہ میں لفظ امر تسر کو جو مفعول ہونیکی وجہ سے منصوب ہونا چاہئے تھا۔ مرفوع لایا گیا ہے۔

کہ میری جماعت سے ایک لاکھ ایسے ہیں۔ جو صحابہؓ کا نمونہ ہیں ملاحظہ ہو وہ خط جو عبدالحکیم کو لکہا گیا پھر جس تحریر کی بنا پر مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ اسکی نسبت حضرت مرزا صاحب نے اس کے نیچے خود یہ نوٹ کر دیا ہے۔ کہ

"یہ باتیں ہماری طرف سے ہماری عزیز جماعت کے لئے بطور نصیحت کے ہیں"

جس سے ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب کا مدعا ان الفاظ سے جن کی بنا پر مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے صرف یہ ہے۔ کہ جماعت ہوشیار رہے۔ پھر اسی تحریر میں حضرت صاحب نے یہ بھی لکہا ہے۔ کہ اس وقت بھی دو سو سے زائد آدمی ہیں۔ جن پر خدا کی خاص رحمت ہے۔ اور جو خدا کے ساتھ حد درجہ کا تعلق رکھتے ہیں۔ پس اس تحریر کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کسی نصیحت سے واقعی کوئی غلطی پائی جاتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر الحق من ربک فلا تکونن من الممترین سے یہ بھی سمجھا جائیگا آنحضرتؐ قرآن کے حق ہونیکے متعلق شک رکھتے تھے۔ کیونکہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ یہ حق ہے تیرے رب سے پس تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔ ایسا ہی دوسری جگہ آنحضرتؐ اور حضرت نوحؑ کی نسبت فرمایا۔ کہ لا تکونن من الجاهلین کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ واقعی حضرت نوحؑ اور آنحضرتؐ اس آیت کی رو سے اس ارشاد سے پہلے جاہل تھے۔ اور جیسے آپ کو نصیحت کیگئی کہ آپ جاہلوں سے نہ ہوں۔

پھر مولوی صاحب کا یہ لکہنا۔ کہ مسیح موعود کے وقت سب قومیں ایک ہو جائیںگی۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو قبول کیا ہے۔ واقعی وہ خواہ پہلے عیسائی تھے یا ہندو یا شیعہ یا سُنی آپ کو قبول کرنے سے سب ایک ہی ہو گئے۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ سب کے سب لوگ مان جائیں گے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ مسیح موعود کے ذریعے جیسے کہ تہلک الملل کلہا الا الاسلام سے ظاہر ہے۔ دلائل کیساتھ غلبہ مراد ہے۔ نہ قہری غلبہ۔ جو لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔ اور اگر یہی بات ہے۔ تو آنحضرتؐ کے اس فرمانے کا کیا مطلب۔ کہ میری اُمت تہتر فرقے ہو جائیگی۔ جن میں سے ایک آخری ناجی[۵]

[۵] مضمون سنانیکے بعد مجھ سے اس بات کا حوالہ طلب کیا گیا۔ کہ یہ بات کہاں سے ثابت ہے۔ کہ وہ ناجی فرقہ ہی آخری فرقہ ہے۔ اور یہ کہ وہ مسیح موعودؑ کی جماعت ہوگی۔ اسکے متعلق حوالہ کیطور پر آیت اخرین منہم اور حدیث کیف تہلک امۃ انا فی اولہا والمسیح ابن مریم فی اخرہا اور ایسا ہی حدیث لیسو منی ولست منہم اور ایسا ہی حدیث ستفرق امتی الخ جو ابن ماجہ کے صفحہ ۲۹۵ پر ہے۔ پیش کیگئی۔ اور ان مضامین میں پیش کی گئی۔ کہ اخرین منہم کا گروہ صحیح بخاری میں

ہوگا۔ جو مسیح موعودؑ کی جماعت ہوگی۔ جو مسیح موعود پر ایمان لانیکی وجہ سے ناجی ہوگی۔ اور باقی بہتر فرقوں کا ناری ہونا حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے ہوگا۔

پھر حدیث لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراعٍ سے ظاہر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے میری امت کے لوگو تم یہود کی چال چلوگے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ یہود کی شرارت کا رنگ اس اُمت میں بھی آئیگا۔ اور وہ رنگ یہی ہے۔ کہ جیسے یہود کے پاس حضرت مسیحؑ آئے۔ تو اونہوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ اسی طرح جب اُمت محمدیہ میں مسیح موعودؑ آئینگے۔ تو یہ بھی اُسے قبول نہیں کرینگے۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ مرزا صاحب نے کھُل کر دعویٰ نبوت کا نہیں کیا۔ یہ عجیب آپنے کہا۔ کیا کھُل کر اور ناکھُل کر دعوے کرنے کی بھی کہیں خصوصیت بتلائی ہے۔ وہاں تو صرف من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً فرمایا کہ خدا پر افترا کرنیوالا بہت بڑا ظالم ہے۔ جو کامیاب نہیں ہوتا۔

اور مولوی صاحب کا یہ لکہنا۔ کہ آنحضرتؐ کی نبوت کی آڑ میں نبوت کا دعوے کیا ہے۔ اس لئے بچ رہے۔ اللہ اللہ!! کیا اگر اسطرح کا دعوے نبوت جھوٹا تھا۔ جو آنحضرتؐ کی نبوت کی بھی ہتک کرتا ہے۔ تو ایسا مفتری تو جلدی ہلاک ہونا چاہیئے تہا۔ نہ یہ کہ اُسے مہلت دیجاتی۔ لیکن دوستو! غور کرو۔ کہ جب مولوی صاحب کی تحریر کی رو سے جو انہوں نے تفسیر ثنائی میں لکھی۔ اور ایسا ہی قرآنی آیات کی رو سے جو پہلے پرچہ میں ذکر کی گئیں۔ کھلے طور پر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ تو آپ مفتری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تفسیر سورہ جمعہ کی رُو سے رجل فارسی کو قرار دیا ہے۔ جو بمعیت اتباع و اولاد رجال اور ابنائے فارس بصیغہ جمع بھی مذکور ہوا۔ پہر آخرین اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ جسکے معنے ہیں بہت پیچھے آنیوالے۔ پہر حدیث کیف تھلک امۃ انا فی اولھا والمسیح ابن مریم فی آخرھا سے ظاہر ہے۔ کہ وہ بہت پیچھے آنیوالے جو آنحضرتؐ کی جماعت اور خصوصاً آپؐ کے صحابہؓ سے ہونگے۔ وہ وہی لوگ ہیں جن میں مسیح موعودؑ ہونگے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ آخری فرقہ مسیحؑ کی جماعت ہی ہے پہر بہتر۷۲ فرقوں کا ناری ہونا جبکہ تہتروں۷۳ فرقہ کے ساتھ تعلق رکہتا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ بہتر۷۲ ناری نہیں ہوسکتے جب تک کہ تہترواں۷۳ فرقہ جو ناجی ہے۔ ظاہر نہ ہولے۔ تو اس سے یہ امر واضح ہوگیا کہ تہترویں فرقہ کا ناجی ہونا مسیح موعود پر ایمان لانے سے ہوگا۔ اور ایسا ہی بہتر۷۲ کا ناری ہونا آپؑ کے انکار سے اور حدیث لیسوا منی ولست منہم سے بھی یہی ظاہر ہے۔ کہ خیر القرون کے بعد کے لوگ کہ جنکی روایات کی بنا پر مسیح موعود کا انکار کیا جائیگا۔ وہ لوگ نہ آنحضرتؐ سے ہیں اور نہ ہی آنحضرتؐ اپنے ظہور اقوال کے صحیح منشا کے ساتھ ان سے۔ پس ان سب باتوں سے یہ امر ثابت ہوگیا۔ کہ فرقۂ ناجیہ مسیح موعود کی جماعت ہے۔

کیونکر ٹھہرے۔ پس مبارک وہ جو صداقت کو قبول فرمائیں۔ پھر مکذبین کا انکار کرنا بھی صداقت کی علامت ہے۔ کیونکہ آپ اس پر بھی غور فرمائیں۔ جب مسیح موعودؑ کے انکار سے ۷۲ فرقوں نے ناری بننا تھا۔ تو وہ سب کے سب قبول کس طرح کرتے۔ کیونکہ ۷۳ سے ناجی تو صرف ایک ہی فرقہ بتلایا گیا جس فرقہ سے ہونے کا شرف خدا کے فضل سے اس خاکسار راقم کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہم نے خدا کے فضل سے حق کو دیکھا۔ اور قبول کیا۔ اور خدا کے فضل سے اس سے اُس ناجی فرقہ سے ہو گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

پس آپ کو بھی بشارت ہو۔ کہ آنیوالا آگیا۔ مبارک وہ جو قبول کرے۔

دلائل اور بھی بہت سے ہیں۔ جو وقت کی تنگی کے لحاظ سے ذکر نہیں ہو سکے ۔ فقط

دستخط پریذیڈنٹ غیر احمدیان	دستخط مناظر	دستخط پریذیڈنٹ احمدیان
میاں نظام الدین (آنریری مجسٹریٹ)	غلام رسولؐ	ڈاکٹر عبد اللہ

۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء

آخری پرچہ۔ جواب الجواب

پرچہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر منجانب حفظ المسلمین امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصٰلحٰت

حضرات! امیر کے جواب میں کہا گیا ہے۔ کہ قرآن سے دلیل نہیں لائے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ یہ حدیثی مسئلہ فریقین ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی اسی سے سند لائے ہیں۔ اور میں بھی اسکو مانتا ہوں۔ قرآن مجید میں مسیح موعودؑ کی آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب رسالہ شہادت القرآن کے شروع میں اسکو مانتے ہیں۔ صفحہ ۲ اور ۴۲ یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ احادیث کو شرعی دلیل نہیں مانتے۔ جیسے سید احمد خان اور مولوی عبد اللہ چکڑالوی اور ان کے ہمخیال۔ وہ مسیح موعودؑ کا مسئلہ بھی نہیں مانتے۔ پھر جو مسئلہ حدیثی ہو۔ اس میں حدیث ہی کو پیش کرنا انصاف ہے۔

حدیث مذکور میں کون شخص مراد ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں۔ جو بھی ہو۔ اس کا انتقال مدینہ منورہ میں ہونا اور مقبرے مبارک میں دفن ہونا صریح الفاظ میں مذکور ہے۔ معنوی دفن اور معنوی جسم کا ماننا ان لوگوں کا کام ہے

جو اکبر بادشاہ کے نوری کپڑوں پر ایمان رکھتے ہوں۔

حضرت عائشہؓ کے تین چاند دیکھنے والی روایت کا پتہ نہیں دیا۔ اگر صحیح ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ جسوقت حضرت عائشہؓ نے خواب دیکھا تھا۔ اسوقت چونکہ حضرت عیسےٰ مدفون نہیں تھے۔ بلکہ ابھی تک بھی نہیں۔ اسلیئے آپکو خواب میں نہیں دکھائی دیا۔ کہ ما کے فقرہ سے مسیح کا مشبہ بہ ہونا میں سالہا سال سے قادیانی تصانیف میں دیکھتا آتا ہوں جنے آجتک دانستہ اس پر توجہ نہ کی تھی۔ تاکہ بچوں کو ہنسنے کا موقع ملتا رہے۔ مگر آج کہنے سے نہیں رک سکتا۔ اے جناب کَمَا دراصل صفت ہے مفعول مطلق یعنے استخلاف کی۔ اور مفعول مطلق فاعل کا فعل ہوتا ہے۔ مفعول بہ کی مفعول بہ سے تشبیہ نہیں۔ بلکہ اس فعل لاحق کو فعل سابق سے تشبیہ ہے۔ انی ھذا من ذالک فانہ فہم ماتوہم

عمر کا تخمینہ خوب کہا۔ کہیں ساٹھ کہیں ستر کہیں اسّی تو کہیں نوّے۔ اس اختلاف اقوال کو اگر آپ تخمینہ کہتے ہیں۔ تو ہم اس کو شاعرانہ رنگ میں اس شعر کا مصداق کہہ سکتے ہیں۔ ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے — الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

یعنے دعا مرزا کو منظور نہیں کیا۔ اسلیئے دعا ٹل گئی۔ بہت خوب!

سنیئے۔ اوّل تو میری منظوری پر کوئی بات موقوف نہ تھی۔ دوم میں نے نامنظوری ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں لکھی۔ اور مرزا صاحب نے ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں کہ خط میرے نام پر چھپوایا۔ جس میں پھری دعا پر فیصلہ موقوف رکھا۔ بھلا اگر میری نامنظوری سے اس دعا کا اثر زائل ہو جاتا۔ تو اُسوقت مرزا صاحب کا حق تھا۔ کہ صاف اعلان کرتے۔ کہ بس اب وہ دعا نامنظور ہو گئی۔ بھلا ایسی دعا بھی منسوخ ہو سکتی ہے جس کی بابت خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا ہو۔ مرزا صاحب کے الفاظ سُنیئے۔ فرماتے ہیں۔

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے اسکی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رات کو توجہ اس کی طرف تھی۔ رات کو الہام ہوا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے۔ باقی اس کی فرع۔ (اخبار بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

ہمارے حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں اپنے مخالفوں کی موت کی خبر دی تھی۔ کیا ادنہوں نے تسلیم کر لیا تھا پھر کیا وہ اسی جگہ نہیں مرے؟ صدق اللہ ورسولہ

اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ پر جو میرے قادیان نہ پہنچنے کی پیشگوئی کا ذکر ہے میں شکر گذار ہوں۔ کہ آپنے یاد دلادی میں اپنا قادیان جانا اپنے لفظوں میں نہیں بتلاتا۔ بلکہ مرزا صاحب کے الفاظ طیبہ سناتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ماکتبنا الی ثناء اللہ الامر تسری اذجاء قادیان وطلب رفع الشبہات بعطش فریۃ وکان ھذا عاشر شوال اذجاء ھذا الدجال (مواہب الرحمن صفحہ ۱۰۱) اس عبارت میں میرے قادیان پہنچنے کی رسید دی ہے۔

اور اس کے صلہ میں مجھکو ایک عجیب خطاب دیا ہے۔ یعنے دجّال جس پر مجھے یہ شعر یاد آیا ؎

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید ✤ وہ جب آئینہ دیکھینگے تو ہم ان کو بتادینگے

میں قادیان گیا۔ میرے ساتھ جانیوالے میاں حبیب اللہ صاحب۔ منشی محمد ابراہیم صاحب سلمہ اس مجلس میں موجود ہیں۔ مگر مجھے گواہوں کی حاجت نہیں۔ جبکہ مرزا صاحب میری رسید دیچکے ہیں۔ آہ! وہ وقت بھی کیسا عجیب تھا۔ میں قادیان میں ہوں خط لکھتا ہوں۔ کہ در دولت پر حاضر ہوں۔ جواب ملتا ہے۔ ہمیں فرصت نہیں۔ آخر میں پڑھتا ہوا واپس آیا۔ ؎ ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

آسمانی منکوحہ کے نکاح کی بابت جواب ملا ہے۔ کہ انکے توبہ تائب کرنے پر نکاح نہ رہا تھا۔ مجھے اسپر زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔ قادیانی خلیفہ اوّل مولوی نورالدّین خود اس جواب کی تردید کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اسؔ لڑکی کی کوئی لڑکی اور لڑکی اور مرزا صاحب کا کوئی لڑکا اور لڑکا آپس میں بیاہے جاوینگے۔ پس پیشگوئی ٹھیک ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ ریویو جلد ۷ صفحہ ۲۷۹:

یعنی مولوی نورالدّین صاحب اس نکاح کو فسخ نہیں کہتے۔ اور مولوی غلام رسول صاحب فسخ کہتے ہیں۔ آہ! ان دونوں کے اختلاف پر میرے مونہہ سے بیساختہ نکلتا ہے۔ دل کہ کند اقتدا۔ قبلہ یکے امام دو

مرزا صاحب کی تحریرات کو دیکھئے کس زور شور سے اس نکاح کا ضروری ہونا اور اپنی صداقت کا اس پر موقوف ہونا بتلا رہے ہیں۔ اور ان حضرت کو دیکھئے۔ کہ یہ نکاح کو فسخ کرتے ہیں۔

اب میں مختصر لفظوں میں بتلاتا ہوں۔ کہ جناب مرزا صاحب کی زبان پاک لوگونکی طرح جھوٹ سے محفوظ نہ تھی آپ مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسمٰعیل علیگڈھی مرحوموں کے حق میں لکھتے ہیں۔

میرے مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل نے میری نسبت قطعی حکم لگایا۔ کہ وہ اگر کاذب ہے۔ تو ہم سے پہلے مریگا۔ اور ضرور ہم سے پہلے مریگا۔ اشتہار انعامی پانصد صفحہ ۷۔

یہ میرے ہاتھ میں ان دونو علماء کی کتابیں ہیں مجھکو ان میں دکھا دیا جاوے۔ کہاں ان صاحبوں نے ایسا لکھا ہے رسالہ اعجاز احمدی صد۲۳ پر میری بابت لکھا ہے۔ کہ ثناء اللہ کا گذارہ مردوں کے کفن پر ہے۔ یہ وقت اس تحقیق کیلئے بہت اچھا ہے۔ کیونکہ امرتسر میں میری پیدائش ہے۔ اور اسی میں رہتا ہوں۔ اور اسی میں پلا۔ اسی میں بڑھا۔ اس مجلس میں میرے مخالف موافق۔ میری برادری اور غیر برادری کے سب لوگ موجود ہیں۔ کوئی صاحب جسکو معلوم ہو۔ کہ میں نے کبھی کسی میّت کا کفن یا کفنی لی ہے۔ تو للہ گواہی دیدیں۔ ورنہ کہا جاوے گا۔ کہ مرزا صاحب کا قلم اور زبان پاک لوگوں کی طرح کذب سے محفوظ نہ تھے۔

مختصر یہ کہ مرزا صاحب اپنے سب کاموں میں فیل ہیں۔ اور دعوے اُن کے بڑے لمبے چوڑے ہیں۔ اس لیئے ہماری طرف سے صرف یہی جواب ہے۔ ؎

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسےٰ سے سوا ہو + جب جانیں کہ دردِ دل عاشق کی دوا ہو

دستخط پریزیڈنٹ غیر احمدیان | دستخط مناظر | دستخط پریزیڈنٹ احمدیان
میاں نظام الدین | ثناء اللہ | ڈاکٹر عباد اللہ

مباحثہ ختم شُد

ضمیمہ

مولوی ثناءاللہ صاحب کے پرچۂ تکذیب کے تیسرے پرچہ کے جواب میں چند نوٹ

مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں مسیح موعود کے آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب رسالہ شہادت القرآن شروع میں صا۔۲۔۳۔۴ وغیرہ میں اسکو مانتے ہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ مولوی صاحب کے ان فقرات کو پڑھ کر ایک ایسا انسان کہ جس نے قرآن کو بنظر علم غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اور ایسا ہی سیدنا حضرت مرزا صاحب کے رسالہ شہادت القرآن کو پڑھا ہے۔ مولوی صاحب پر سخت افسوس کریگا۔ کہ مولوی صاحب نے ایسا بدیہی البطلان اور بے سر و پا خلاف واقعہ بیان کیوں لکھدیا۔ کیا قرآن میں مسیح موعودؑ کے آنے کے متعلق کہیں بھی ذکر نہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ پھر آپ نے اپنی تفسیر میں یہ کہاں سے لکھ مارا (جیسا کہ آپ نے انہ لعلم للساعۃ کی تفسیر میں لکھا ہے) ای المسیح اعلام بقرب القیامۃ ینزل قبیل القیامۃ یعنی مسیح موعود قرب قیامت کی علامت ہے۔ اور وہ قیامت سے کچھ پہلے نزول فرما ہونگے۔ پھر تعجب کہ آپ نے شہادت القرآن کے متعلق یہی لکھدیا۔ کہ اس میں مرزا صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآن میں مسیحؑ کے آنے اور نہ آنے کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ حالانکہ حضرت ممدوح کا رسالہ کہ جسکا نام ہی حضور شہادت القرآن علی نزول المسیح

فی آخرالزمان رکھا۔ وہ مولوی صاحب کے اس اتہام کا رد کرتا ہے۔ اور مولوی صاحب کا شہادت القرآن کے ان صفحات کا حوالہ دینا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس قسم کی بات صفحات ۱ و ۲ و ۳ و ۴ پر لکھی ہے۔ شہادت القرآن کے پڑھنے والوں سے مخفی نہیں۔ کہ مولوی صاحب نے یہ کسقدر خلاف واقعہ غلط بیانی کی۔ جو ایک فاضل کی شان علم کے سخت خلاف ہے۔ کیا مولوی صاحب ان صفحات میں سے کہیں سے بھی مرزا صاحب کی طرف سے کوئی ایسا فقرہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ جس میں حضرت ممدوح نے یہ لکھا ہو۔ کہ فی الواقع قرآن میں مسیح موعودؑ کے آنے اور نہ آنے کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں۔ اگر یہی سچ ہے۔ تو پھر رسالہ شہادت القرآن کی تصنیف کا کیا مطلب؟ اور رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۲ پر جو حضور نے لکھا ہے۔ کہ

"علاوہ ان آیات کی قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ جو اس آخری زمانہ اور مسیح موعودؑ کے آنے پر دلالت کرتی ہیں۔"

اب دیکھو شہادت القرآن میں حضرت مرزا صاحب نے کیا لکھا۔ کیا آپ کی اس عبارت سے وہی ثابت ہوتا ہے۔ جو مولوی صاحب نے غلط بیانی سے ظاہر کیا۔ یا اس کے صریح خلاف ظاہر ہوتا ہے۔

پھر مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ حضرت عائشہؓ کے چاند دیکھنے والی روائت کا پتہ نہیں دیا۔ اگر صحیح ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ جسوقت حضرت عائشہؓ نے خواب دیکھا تھا۔ اس وقت چونکہ حضرت عیسےؑ دفن نہیں تھے۔ بلکہ ابھی تک بھی نہیں۔ اس لئے ان کو خواب میں نہیں دکھائی دیا۔

اس کے جواب میں واضح ہو۔ کہ حضرت عائشہؓ کے تین چاند والی روایت کا پتہ ایسا مشہور ہے۔ کہ ادنےٰ طالب علم بھی جانتے ہیں دیکھو تلخیص الصحاح جلد اوّل کتاب تعبیر الرؤیا

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اسوقت چونکہ حضرت عیسےؑ دفن نہیں تھے۔ اس لئے ان کو خواب میں نہیں دکھلائی دیا۔ یہ عجیب معقولیت ہے کیا حضرت عائشہؓ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد ان کو خواب میں چاند کے طور پر دیکھا۔ یا دفن سے پہلے۔ پھر مطلب تو اس رویاء سے حقیقت واقعہ ہے۔ جو آپؓ کو آپؐ کے حجرہ میں تین بزرگوں کے دفن ہونے کے متعلق دکھایا گیا۔

بس سوال یہ ہے۔ کہ اگر حضرت عیسےؑ نے بھی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہی دفن ہونا تھا۔ تو چاہئے تھا۔ کہ آپؓ کو چار چاند دکھائے جاتے۔ نہ خلاف واقعہ چار کی جگہ صرف تین۔ پھر بقول مولوی صاحب اگر حضرت عیسٰیؑ کا دکھائی دینا ان کے دفن ہونے کے ساتھ ہی تعلق رکھتا تھا۔ تو اسصورت میں دو باتوں سے ایک تسلیم کرنی پڑے گی۔ یا یہ کہ حضرت مسیحؑ اگر زندہ ہیں۔ تو وہاں دفن نہیں ہونگے۔

کیونکہ ان کا باوجود زندہ ہونے اور اسی جگہ دفن ہونے کے وعدے کے پھر دکھائی نہ دینا صاف اس بات کو ظاہر کرتا ہے ۔ کہ آپ حجرہ میں دفن نہیں ہونگے ۔ یا یہ کہ حضرت عیسےٰؑ زندہ نہیں ۔ اور فوت ہو گئے ہیں ۔ اسلئے جہاں اونہوں نے دفن ہونا تھا ۔ دفن ہو چکے اس لئے آپؐ کو دکھائی نہیں دئے ۔

صاحبان! آپ نے مولویصاحب کا علم روائت کا نمونہ تو اوپر شہادت القرآن کے حوالجات سے دیکھ لیا ۔ امید ہے ۔ کہ آپ مولوی صاحب کے علم درائت کا نمونہ چاند والی روائت کے معنے بیان شدہ سے معلوم فرمالیں ۔

اور مولویصاحب کا یہ کہنا کہ کما کے لفظ سے مسیح کا مشبہ بہ ہونا میں سالہا سال قادیانی تصانیف میں دیکھتا آیا ہوں ۔ میں نے آجتک دانستہ اس پر توجہ نہ کی تھی ۔ تاکہ بچوں کو ہنسنے کا موقع ملتا رہے ۔ مگر آج کہنے سے رُک نہیں سکتا ۔

اے جناب! کما در اصل صفت ہے مفعول مطلق یعنی استخلاف کی ۔ اور مفعول مطلق فاعل کا فعل ہوتا ہے ۔ مفعول بہ کو مفعول بہ سے تشبیہ نہیں ۔ بلکہ اس فعل لاحق کو فعل سابق سے تشبیہ ہے ۔

اللہ اللہ! وہ بات جو مولویصاحب کے علم ناتمام کی خود دلیل ہے ۔ اس سے اُلٹا ہمیں ملزم کیا جاتا ہے ۔ افسوس! کہ مولویصاحب ایک مدت دراز تک رُک کر آخر بولے تو کیا بولے ۔ اور علم کا نمونہ دکھایا ۔ تو کیا دکھایا ۔ کاش! کہ مولویصاحب سکوت میں ہی رہتے ۔ اور اپنی علمی پردہ دری کرانے سے اپنے تئیں بچائے رکھتے ۔

آپ کہتے ہیں ۔ کہ مفعول بہ کو مفعول بہ سے تشبیہ نہیں ۔ بلکہ اس فعل لاحق کو فعل سابق سے تشبیہ ہے ۔ یہ عجیب ہے ۔ کہ ایک طرف فعل کو متعدی اور ساتھ اس کے مفعول بہ مان کر پھر اثر تشبیہ کو فعل تک محدود رکھا جاتا ہے ۔ واہ مولویصاحب!

معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہر صورت میں مولویصاحب نے خواہ نخواہ صداقت کی مخالفت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے ۔ ورنہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحٰت کے فقرہ کو اور اس کے بعد لیستخلفنہم کے فقرہ کو پڑھنے سے یہ امر کھلے طور سے واضح ہو جاتا ہے ۔ کہ کما استخلف الذین من قبلہم سے مفعول بہ کو ہی مفعول بہ کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے ۔ جو فعل استخلاف کا اثر اور نتیجہ ہے ۔ نہ صرف فعل لاحق کو فعل سابق سے ۔ فافہم

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا "کہ مرزا صاحب) فرماتے ہیں۔ ثناءاللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے

اس کے جواب میں واضح ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ فرمانا بالکل سچ ہے۔ مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس تحریر کا لکھا جانا صرف یکطرفہ دعا ہے۔ بلکہ اس کا تو فیصلہ کیلئے بطور دعا مباہلہ مقصود تھا۔ تب ہی تو آپ کو کہا گیا۔ کہ آپ جو چاہیں۔ اس کے نیچے لکھدیں۔ اب آپنے یہ لکھا۔ کہ

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور ہی نہیں۔ اور یہ کہ نہ ہی یہ کسی طرح سے فیصلہ کُن ہے"

اب بتلاؤ۔ اس انکار سے آپ کا فرار اور اس فرار سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت کھلے طور سے پایا گیا یا نہیں۔ پھر آپ کے اس انکار کے بعد آپنے جو جھوٹے۔ مفسد۔ دغاباز۔ نافرمان کے متعلق لکھا تھا۔ کہ اُسے لمبی عمر دی جاتی ہے۔ اس سے بھی خوب فیصلہ ہوگیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب پہلے مرنے سے آنحضرت صلعم کیطرح صادق ثابت ہوئے۔ اور آپ مسیلمہ کی طرح بعد میں اپنے معیار کے مطابق زندہ رہے۔ پھر برکات کے لحاظ سے بھی دیکھو۔ کہ حضرت مرزا صاحب باوجود فوت ہونے کے پھر بھی آپ کا سلسلہ متصاعد ترقی پر ترقی کر رہا ہے۔ لیکن آپ باوجود زندہ ہونیکے ہر طرح کی ناکامی اور حسرت سے دن پورے کر رہے ہیں۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی زبان پاک لوگوں کی طرح جھوٹ سے محفوظ نہ تھی

اس کے جواب میں واضح ہو۔ کہ مولوی صاحب کا ان ناپاک کلمات کو حضرت سیدنا و مولانا حضرت مسیح موعود کے حق میں استعمال کرنا آج کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ یہ وہی قدیم سنت ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کے مخالفوں اور دشمنوں نے دکھائی۔ شک ہو۔ تو سورۂ قمر کی یہ آیت پڑھ لو۔ ءالقی الذکر علیہ من بیننا بل ھو کذاب اشر۔ اب دیکھو۔ حضرت صالح کو کذاب اشر کہا گیا۔ مگر کن لوگوں نے کہا۔ کیا کسی پاکباز اور صالح انسان نے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ کسی ایسے ہی شخص کا قول ہے۔ جیسکے بروز اسوقت خود مولوی صاحب ہیں۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا۔ کہ رسالہ اعجاز احمدی صـ۲۳ پر میری بابت لکھا ہے۔ کہ ثناءاللہ کا گذارہ مُردوں کے کفن پر ہے۔ یہ وقت اس تحقیق کیلئے بہت اچھا ہے...... کوئی صاحب جسکو معلوم ہو۔ کہ میں نے کبھی کسی میت کا کفن یا کفنی لی ہے۔ تو اللہ گواہی دیدے۔

اس کے جواب میں واضح ہو۔ کہ اول تو اس بات کی تصدیق مجمع مناظرہ میں ہی ہوگئی۔

کیونکہ طلب شہادت پر کسی صاحب نے اُٹھکر آپ کی بریّت نہیں کی - جس سے صاف ظاہر ہے - کہ واقعی حضرت مرزا صاحب کا قول آپکے حق میں درست ہے -

پھر اس طرح سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے - کہ آپ چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جو ازروئے قرآن و حدیث فوت شدہ ثابت ہیں - لوگوں کے سامنے زندہ پیش کرکے مختلف مجلسوں میں جاکر نوشش پوش حاصل کرتے رہتے ہیں - اس لئے حضرت مسیح کے کفن سے آپکا گذارہ نہیں چلتا - تو اور کیا ہے ؟

اور مولوی صاحب کا اس بات پر بار بار زور دینا کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو اسرائیلی نبی تھے - وہی آنیوالے ہیں - یہ امر بوجوہات ذیل غلط ہے -

(۱) اس لئے کہ مسیح اسرائیلی کیلئے لکھا ہے - رسولاً الے بنی اسرائیل - یعنی وہ صرف اسرائیلی قوم کے لئے ہی رسول کرکے بھیجے گئے - جس سے ثابت ہوتا ہے - کہ قرآن کے اس ارشاد کے خلاف وہ امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے نہیں آسکتے - اور اگر انہوں نے ہی آنا ہوتا تو قرآن اس کی تصدیق کرتا - نہ اظہار خصوصیّت جو رسالت عامہ کی نفی ہے -

(۲) سورہ صف میں لکھا ہے - اذ قال عیسےٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ - ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد - یعنی عیسےٰ نے بنی اسرائیل سے کہا - میں تمہاری طرف رسول ہوکر آیا ہوں تصدیق کرنے والا اس کی جو میرے سامنے ہے - تورات سے - اور بشارت دینے والا اس رسول کی جو میرے بعد آنیوالا ہے - جسکا نام احمدؐ ہے -

اس آئت میں چار باتوں کا ذکر کیا ہے - جس سے ظاہر ہے - کہ پہلا مسیح ہرگز موعود نہیں اور نہ اس کے آنے کا وعدہ ہے - کیونکہ اس آیت میں اوّل یہ بتایا ہے - کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول ہوں - نہ کسی اور قوم کی طرف - دوئم یہ کہ میں اس چیز کی جو میرے آگے اور میرے سامنے ہے - اس کی تصدیق کرنیوالا ہوں - یعنی صرف توریت کی -

اب دیکھو - اگر مسیح اسرائیلی نے ہی آنا ہوتا - اور اشاعت قرآن کا کام بھی انہوں نے ہی آکر کرنا ہوتا - تو چاہئے تھا - کہ وہ مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ کے ساتھ والقرآن بھی کہدیتے - جس سے صاف ظاہر ہے - کہ تصدیق قرآن کا ذکر نہ کرنا اور صرف توریت تک تصدیق کو محدود رکھنا اس بات کی دلیل ہے - کہ حضرت مسیح اسرائیلی تصدیق قرآن کیلئے نہیں

آنے والے - پھر تیسری بات یہ فرمائی - کہ میں بشارت دینے والا ہوں - ایسے رسول کی - جو میرے بعد آنیوالا ہے - جسکا نام احمدؐ ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے - کہ اگر مسیحؑ اب تک زندہ ہیں تو معلوم ہوا - کہ ابھی تک احمد بھی نہیں آیا - کیونکہ احمدؐ کا آنا آیت کی رو سے حضرت مسیحؑ کے بعد لکھا ہے - اور اگر احمدؐ آگیا ہے - تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا - کہ احمدؐ کا آنا مسیحؑ کے بعد یعنی انکی وفات اور انکی قوم کی ضلالت کے بعد ہوا ہے - پھر پاتے ہیں جس قسم کا احمد کا آنا ہے اسی قسم کا مسیحؑ کا جانا ہوگا - اور یہ ظاہر ہے - کہ احمد کا آنا بلحاظ تولد اور بعثت کے ہے جس سے ظاہر ہے - کہ مسیحؑ کا جانا بھی بصورت وفات اور بصورت ضلالت قوم ہے - جس سے ثابت ہوا کہ اسرائیلی رسول فوت ہوگئے اور آنیوالا اور ہے -

چوتھی بات یہ ہے - کہ اس آیت میں مبشرا برسول یاتی اسمہ احمد فرمایا ہے نہ مصدقا برسول الخ جس سے ظاہر ہے - کہ بشارت دینا اور چیز ہے اور تصدیق کرنا اور - اور بشارت پہلے ہوتی ہے اور تصدیق بعد میں پس اگر مسیح اسرائیلی نے ہی دوبارہ آنا ہوتا - تو مبشر کی جگہ مصدق ہونا چاہئے تھا - یا مبشر کیساتھ مصدق کا ذکر بھی ضرور ہونا چاہئے تھا - لیکن چونکہ صرف مبشر ہے اور مصدق نہیں - پس ثابت ہوا - کہ حضرت مسیحؑ صرف مبشر ہی ہیں - نہ مصدق - جس سے ظاہر ہے - کہ وہ دوبارہ نہیں آئینگے - ورنہ مبشر کیساتھ مصدق کا لفظ بھی ضرور ہوتا -

پھر اختلاف الحلیتین سے بھی ظاہر ہے - کہ مسیحؑ دو ہیں -

(۱) اسرائیلی جسکا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے - احمر جعد عریض الصدر - یعنی مسیح اسرائیلی سرخ رنگ گھونگریالے بال والا - چوڑے سینے والا -

(۲) مسیح محمدی جسکا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے - ربعۃ - آدم - سبط الشعر - یعنی مسیح محمدی مربع قد - گندم گوں رنگ والا - سیدھے بالوں والا -

اب ان دو حلیونکو غور سے پڑھو - کہ ان سے سب جھگڑا ایک منٹ میں طے ہو جاتا ہے - اور جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح دو ہیں - (۱) اسرائیلی (۲) محمدی - اسرائیلی فوت ہوگئے - اور مسیح محمدی جنہوں نے آنا تھا - وہ آگئے - اور وہ وہی ہیں - کہ جو پنجاب کی مقدس بستی قادیان میں احمدؐ قادیانی کے نام سے ظاہر ہوئے اور خدا کے بیشمار ارضی اور سماوی نشانوں کی تصدیق سے اپنے دعوے میں سچے ثابت ہوئے والحمد للہ علی ذالک

ربنا اٰمنا واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین

خاکسار غلام رسول (احمدی مناظر) فاضل راجیکی

تتمہ

(۱) مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب بتلایا گیا۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کانا یاکلان الطعام۔ یعنی مسیحؑ اور اس کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور اب نہیں کھاتے جس سے ثابت ہے۔ کہ مسیح بھی اپنی والدہ کی طرح فوت ہو گئے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا تھا۔ یہ ان کی ماں کی وجہ تغلیب ہے۔ مگر اپنی عربی تفسیر میں اس کے خلاف فرماتے ہیں کانا ای المسیح وامہ یاکلان الطعام ای هما محتاجان فی البقاء الی الطعام صفحہ ۱ مسیحؑ اور اسکی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے کیونکہ بقاء کیلئے طعام ضروری ہے۔ افسوس! مولوی صاحب نے اپنی تفسیر لکھتے وقت تغلیب کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا ہے۔ کہ وہ دونو کھانا کھاتے تھے۔ یعنی اب نہیں کھاتے۔ مگر مباحثہ میں لفظ ماضی سے جب حضرت مسیحؑ کی موت ثابت ہوتے دیکھی۔ تو اپنی پہلی تحریر کے برخلاف ہی کہدیا۔ کہ یہ صرف ان کی ماں کی وجہ سے ہے۔

(۲) مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب کہا گیا کہ مسیح موعود کے نزول کے متعلق کوئی آیت قرآنی پیش کرو۔ تو صاف انکار کر دیا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کے آنیکے متعلق کوئی ذکر نہیں لیکن اپنی تفسیر میں آیت وان من اهل الکتاب صفحہ ۹۹ اور آیت انه لعلم للساعة صفحہ ۱۷ سے ثابت کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کے آنیکا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ مگر جب مباحثہ میں دیکھا۔ کہ ان آیات سے نزول ثابت نہیں ہوتا۔ تو صاف کہدیا۔ کہ مسیح موعود کے آنیکا ذکر قرآن میں ہے ہی نہیں۔

(۳) مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے ثبوت کیلئے کہ مسیح موعود کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے۔ جناب سیدنا حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کا حوالہ کتاب شہادۃ القرآن سے دیدیا۔ کہ مرزا صاحب اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کے آنیکا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ مگر ناظرین تعجب کرینگے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اس کتاب کا نام ہی شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان رکھا ہے۔ اور اس میں آیات قرآنیہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کے آنیکا ذکر ان آیات میں ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۲ تا اختتام کتاب ان آیات قرآنیہ کو ہی ثبوت میں پیش کیا ہے۔

(۴) مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے رسالہ ترک اسلام کے صفحہ ۹۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانیسے مراد یہ ہے۔ کہ کسی محفوظ جگہ میں چلے گئے۔ (اسکی تائید آیت وآوینٰهما الی ربوة ذات قرار ومعین سے بھی ہوتی ہے۔ محمد ابراہیم) مگر مباحثہ میں مولوی صاحب مسیحؑ کو آسمان پر بخلاف اپنی تحریر کے چڑھا رہے تھے۔

(۵) مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی عربی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی باعلاء کلمتہم فی حیاتہم وبعد مماتہم باھلاک المعاندین صفحہ ۲۳۳ یعنی رسولوں کا غلبہ اسطرح پر ہوتا ہے کہ رسولوں کے معاندین اور مخالفین ہلاک ہوجاتے ہیں۔ خواہ ان کی حیاتی میں ہلاک ہوں خواہ انکے مرنے کے بعد

اس جگہ مولویصاحب نے صاف اقرار کیا ہے۔ کہ غلبہ رسل ان کے فوت ہونے کے بعد بھی ہو سکتا ہے مگر جب یہی آیت مباحثہ میں حضرت سیدنا مرزا صاحبؑ کے متعلق پڑھی گئی۔ تو آپنے اس تفسیری تحریر کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور اسکے برخلاف کہدیا۔ کہ

"ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وقت وفات مرزا صاحب نے کیا غلبہ ہم پر پایا ہے۔ یعنی ہم زندہ اور وہ فوت ہو گئے"

(۶) مولوی ثناءاللہ صاحب اپنی عربی تفسیر میں آیت فاتو بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بلاغت اور حسن ترتیب میں اسکا مثل لانا مراد ہے۔ مگر جب مولویصاحب کو عرض کیا گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اعجاز احمدی کی مثل لانے کے لئے آپ کو فرمایا ہوا ہے۔ اور آجتک آپ نہیں بنا سکے۔ اسکا جواب مولویصاحب نے مثل بنانیکی جگہ غلطیوں کا نکالنا پیش کیا ہے۔ جو انکی تفسیری بات کے بالکل خلاف ہے

(۷) مولوی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں۔ وعصیتم من بعد ما اریکم ما تحبون من الفتح مرفوعنکم ۱۹ یعنی تمہاری نافرمانی کیوجہ سے فتح ہوتے ہوتے رک گئی۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ مولویصاحب کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ چونکہ صحابہؓ جنگ احد میں بلا اجازت اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے۔ لہذا فتح کا الہی وعدہ تھوڑا سا پورا ہو کر منسوخ ہو گیا۔ مگر جب یہی قانون قرآنی ہم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی وعید کی پیشگوئی میں پیش کرتے ہیں۔ کہ جب مرزا احمد بیگ مطابق پیشگوئی فوت ہو گیا۔ اور اس کے متعلقین نے جزع فزع اور توبہ شروع کی۔ تو وہ وعید بھی جاتا رہا۔ اب نامعلوم اپنے بیان کردہ قانون قرآنی کے برخلاف ہم سے مطالبہ کیوں کرتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں مرزا سلطان محمد صاحب داماد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کا تازہ خط نقل کرتے ہیں۔ جس کا عکس بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا احمد بیگ کے متعلقین کے نزدیک یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ واقعی ہمارے جزع فزع سے ہی یہ وعید جاتا رہا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مرزا محمود بیگؓ اور مرزا احمد بیگ کی دوسری لڑکیؓ اور مرزا احسنؓ جو مرزا احمد بیگ کی بیوی کا حقیقی بھانجا ہے۔ اور مرزا امام الدین کی لڑکیؓ احمدی ہو جاتے۔ اور مرزا سلطان محمد بھی (جس کی عورت کے نکاح کے متعلق اور نیز اوس کی موت کے لئے پیشگوئی تھی) مسیح موعودؑ پر اس قدر حسن عقیدت نہ رکھتے۔ جو ان کے خط سے ظاہر ہے۔ افسوس۔ کہ جن کی استہزا اور شوخی کی وجہ سے نکاح کی پیشگوئی وعید کے رنگ میں تھی۔ وہ تو احمد بیگ کی موت کے بعد گریہ وزاری سے فائدہ اٹھا کر کچھ تو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اور باقی ماندہ مرزا صاحب مرحوم پر غائت درجہ کا حسن ظن رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

خط

السلام علیکم۔ نوازشنامہ آپ کا پہونچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں مرزا جی صاحب مرحوم کو

نیک بزرگ اسلام کا خدمتگذار شریف النفس خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کرتا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں۔ کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔

نیازمند

سلطان محمد (داماد مرزا احمد بیگ)

بالآخر ہم ناظرین سے پھر عرض کرتے ہیں۔ کہ ضد اور تعصب سے الگ ہو کر یہ مباحثہ مخلی بالطبع ہو کر مکرر سہ کرر بڑے غور سے پڑھیں۔ اور خدا تعالٰی سے صراط مستقیم اور حق کے قبول کرنے کی دعا مانگیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد ابراہیم بقاپوری
مبلغ ضلع امرتسر

گو وقت ۸ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک مقرر کیا گیا تھا۔ اور سامعین کی تعداد دو سو بموجب شرائط مقرر تھی۔ جن کا داخلہ بذریعہ ٹکٹوں کے تھا۔ مگر دوسرے دن ۱۲ بجے تک مناظرہ رہا اور آدمیوں کی تعداد بھی قریباً دوگنی ہوگئی۔ جس سے یہ امر ثابت ہوگیا۔ کہ وقت اور تعداد سامعین میں وسعت ہونی ضروری تھی۔

علاوہ دیگر شرائط کے ایک بڑی بھاری اور مضبوط شرط یہ تھی۔ کہ ہر ایک مناظر اپنے دعوے کے دلائل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دیں گے۔ کیونکہ فریقین کے مسلمات سے یہ امر مسلم ہے۔ کہ کسی دعوے کے ثابت کرنے یا تردید کے لئے سب سے مقدم قرآن مجید ہے۔ اس کے بعد احادیث صحیحہ ہیں۔ اور جو بات قرآن کریم میں کھلی کھلی پائی جائے۔ اگر اس کے برخلاف کوئی حدیث بتلائی جائے۔ تو حدیث کے معنے قرآن کے ماتحت کرنے ہوں گے۔ نہ کہ اس حدیث کی خاطر قرآن کریم کو متروک کر دینگے۔ کیونکہ قرآن کریم کے برخلاف نبی کریم بھی حکم نہیں فرما سکتے۔ پس اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ فلاں حدیث رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یا نہیں۔ سب سے اعلےٰ معیار یہی ہے۔ کہ اس حدیث کو قرآن کریم سے تطابق ہو۔ ورنہ وہ حدیث یونہی رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور یا کم از کم وہ مطلب اس حدیث کا نہیں۔ جس سے تکذیب آیات قرآنی لازم آوے۔ بلکہ وہ موؤل ہے۔ یہ ایک ایسی موٹی اور بدیہی بات ہے۔ جس کے ماننے کے لئے ہر وقت ہر مسلمان کو تیار رہنا چاہیے۔ لیکن یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ ان ہر دو فاضل مناظروں میں سے کس فاضل نے اپنے دعوے کو دلائل قرآنیہ اور پھر احادیث صحیحہ سے پایۂ ثبوت کو پہونچایا ہے۔ اور کس نے قرآن کریم کے پیش کرنے میں پہلو تہی کی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں کہ کس مناظر کا دعوےٰ قرآنی آیات سے مدلل اور ثابت ہے۔ اور کس کا مضمون صداقت سے تہی اور خیالی باتیں اور شاعرانہ کلام ہے۔ اس کو ہم صرف ناظرین کی منصفانہ رائے و توجہ پر چھوڑتے ہیں۔ تاکہ

ہر ایک منصف مزاج آدمی فریقین کے پرچوں کو ملاحظہ فرما کر خود سمجھ لے۔ کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کس مناظر نے قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کو مدنظر رکھا ہے۔ کیونکہ پکی اور مضبوط بات وہی ہے۔ جس کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پر ہو۔ اسی واسطے ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ دونو فاضلوں کی تحریروں پر کسی قسم کا ریمارک نہ کیا جاوے۔ اور جس ترتیب سے پرچے لوگوں کو سنائے گئے ہیں۔ اسی ترتیب سے چھاپ دئے گئے ہیں۔ اب ناظرین خود سمجھ لیں۔ اور ہر ایک شخص مخلے بالطبع ہو کر سوچنے کی کوشش کرے۔ کہ قرآن کریم کس کی تائید میں ہے۔ کیونکہ حق قرآن کریم کے ساتھ ہے

والخیر کلہ فی القرآن

محمد ابراہیم بقاپوری
احمدی مبلغ ضلع امرتسر